تَوضِیحُ الوَقفُ

حَاشِیَہ

جَامع الوَقفُ

متن از

استاذ القراء مولانا حافظ قاری ابن ضیاء محب الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حاشیہ از

الحاج قاری ومقری محمد صدیق صاحب فلاحی سانسرودی

صدر القراء دار العلوم فلاح دارین ترکیسر سورت، گجرات

لجنۃ القراء

دار العلوم فلاح دارین ترکیسر، سورت، گجرات، پن کوڈ - ۳۹۴۱۷۰

☆ نام کتاب :- توضیح الوقف حاشیہ جامع الوقف

☆ مصنف :- استاذ القراء قاری ابن ضیاء محب الدین احمد صاحب

☆ محشی :- قاری محمد صدیق سانسرودی (فلاحی)

☆ طبع اول :- ۱۴۱۲ ہجری

☆ طبع ثانی :- ۱۴۲۱ھ ، ۲۰۰۰ء

☆ طبع ثالث :- ۱۴۲۵ھ ۔ ۲۰۰۴ء

☆ صفحات :- ۱۶۸

☆ تعداد :- ۱۰۰۰

☆ کتابت :- ابراہیم آموری

☆ باھتمام :- قاری محمد مفید الاسلام فلاحی

ناشر

LAJNAT UL QURRA

Darul Uloom Falah -E- Darain

Tadkeshwar Ta. Mandwi Dist. Surat

Mob. 98798 25967   98794 64947

فہرست مضامین

تقریظ

از شفیق مکرم حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم

(رئیس جامعہ فلاح دارین، ترکیسر، گجرات)

علم تجوید وقرآت کا ایک شعبہ علم الوقف والابتداء ہے جو شخص بھی علم قرآت میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہے اسکے لئے علم وقف وابتداء کا جاننا ضروری ہے اسلئے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات کے صحیح معنی جاننے اور حکم کو مستنبط کرنے کیلئے وقف کے صحیح محل کا جاننا ضروری ہے اگر اس علم سے واقفیت نہ ہو تو قاری غلط جگہ وقف کر کے معنی میں قباحت اور اختلال پیدا کر دیتا ہے۔

وقف وابتداء کی اہمیت کے پیش نظر عربوں نے ہمیشہ اسکی طرف توجہ کی ہے کیونکہ قاری یا متکلم جب صحیح وقف کریگا اور دوسرے جملہ کی ابتداء صحیح طور پر کریگا تب ہی معنی میں درستگی اور حسن پیدا ہوگا چنانچہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو جو اونٹنی کا مالک تھا پوچھا أتبيعها؟ کیا آپ اسکو فروخت کرینگے؟ اسنے جواب میں فرمایا کہ لا عافاك الله اسکا مطلب تھا کہ میں فروخت کرنا نہیں چاہتا اللہ تعالےٰ آپ کو عافیت نصیب فرمائیں مگر لا عافاك الله کا یہ مطلب بھی ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالےٰ آپکو عافیت نصیب نہ کرے اسلئے سیدنا ابوبکر رضؓ نے فرمایا لا تقل هكذا۔

ولکن قل لا وعافائدہ اللہ دیکھئے واو کے فصل کے سبب وہ قباحت دور ہوگئی جو لا عافائدہ اللہ میں پیدا ہوگئی تھی ۔

اس علم کی اہمیت کے پیش نظر قرون اولیٰ سے آج تک صرف علم وقف وابتداء پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق سب سے پہلے شیبہ بن نصاح المدنی المتوفی سنہ ۱۳۰ھ نے کتاب الوقوف تحریر فرمائی اور انکے بعد صدہا کتابیں ہر دور میں لکھی گئیں جسکی تفصیل منار الہدیٰ اور المکتفی کے مقدمہ میں دیکھی جا سکتی ہے ۔

البتہ ان سینکڑوں کتابوں میں ابن الانباری المتوفی سنہ ۳۲۸ھ کی کتاب ایضاح الوقف والابتداء ابن نحاس (م ۳۳۸) کی القطع والاستیناف اور علم قراءات کے شہرہ آفاق مصنف ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی الاندلسی کی المکتفی فی الوقف والابتداء اور زکریا انصاری (م ۹۲۶) کی کتاب المقصد اور علامہ اشمونی جو گیارہویں صدی کے فاضل علماء میں سے ہیں کی منار الہدیٰ اس فن کی اہم ترین کتابیں ہیں ۔

برصغیر ہند و پاک میں بھی اردو زبان میں علم وقف پر کتابیں لکھی گئیں ان کتابوں میں شیخ القراء قاری محب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جامع الوقف کو مقبولیت اور خصوصی شہرت حاصل ہوئی اور برصغیر کے اکثر مدارس میں فن تجوید و قراءات کے نصاب میں داخل کی گئی ۔

عرصہ سے اس کتاب میں مناسب حواشی اور تشریحات کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی تاکہ کتاب کے مضامین طلباء کو آسانی سے سمجھ میں آجائیں ۔

ہمیں مسرت ہے کہ اس خدمت کیلئے اللہ تعالےٰ نے عزیزم قاری

محمد صدیق صاحب فلاحی سانسرودی سلمہ کو توفیق بخشی عزیز موصوف نے اس فن کے حصول میں کافی محنت کی ہے اور انکو کتب قرات اور تجوید کے مطالعہ کا بہت ہی اچھا ذوق اور اس فن کے مسائل کو اساتذۂ فن سے سمجھنے کا شوق رہا ہے طلباء کی بے فکری اور متقدمین کی کتابوں کے مطالعہ سے گریز کے دور میں عزیز موصوف کا یہ ذوق دیکھکر بھی ہمیشہ مسرت ہوتی رہی اللہ تعالیٰ انکے علم میں برکت عطا فرماتے اور طالبان فن کو استفادہ کی توفیق بخشے ۔ آمین

عزیز موصوف نے فلاح دارین میں فراغت کے بعد تدریسی کام شروع کیا اپنے تعلیمی تجربہ اور طلباء کی ضرورت کو سامنے رکھکر زیر نظر کتاب تیار فرمائی ہے اس کتاب کی فنی خوبیوں پر تو کوئی ماہر فن ہی کچھ لکھنے کا حق رکھتا ہے میرے جیسے علم قراءت وتجوید سے نابلد شخص کا کچھ لکھنا تحسین ناشناس ہی ہوگا البتہ قاری صاحب موصوف کی محنت اور اساتذۂ فن سے مختلف مسائل میں تبادلۂ خیال کرنے کی عادت سے میں واقف ہوں اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ قاری صاحب نے طلباء عزیز کیلئے جو نافع باتیں اسمیں ذکر کر دی ہیں وہ طالبان فن کیلئے مفید اور مشکلات کے حل میں مفید ہونگی انشاء اللہ بس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قاری صاحب کی خدمت کو قبول فرماوے اور طلبۂ عزیز کیلئے اسکو نافع بنائے اور اسکو اجر و ثواب میں دار العلوم فلاح دارین کے اساتذہ و خدام کو بھی حصہ نصیب فرماوے ۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز

فقط احقر عبد اللہ غفر لہٗ

الفلاح منزل

کاپودرا۔ وایا۔ انکلیشور، بھروچ

۲۹۔ شوال المکرم ۱۴۱۱ھ

۱۵۔ مئی ۱۹۹۱ء

تقریظ

از جناب حافظ مولانا قاری مقری احمد اللہ صاحب دامت برکاتہم

(صدر شعبۂ تجوید و قرأت جامعہ ڈابھیل، گجرات)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

امّا بعد:

وقف قاری کے لوازم میں سے ہے جسکا جاننا ہر قرآن پڑھنے والے پر لازم ہے یہی وجہ ہے کہ قاری مقری کیلئے علم تجوید، علم قرأت اور علم رسم کے ساتھ ساتھ علم وقف کا جاننا بھی ضروری ہے ان سارے ہی علوم کے حصول پر قاری کی تکمیل موقوف ہے

وقف ترتیل کا جز ہے اسکے بغیر ترتیل کی تکمیل نہیں ہوسکتی سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ترتیل وقوف کی معرفت اور حروف کی عمدہ ادا کا نام ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی زندگی کا طویل زمانہ اسطرح گذارا ہے کہ ہم میں ہر شخص پر قرآن پڑھنے سے پہلے اسپر ایمان لانا ضروری ہوتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کوئی سورت نازل ہوتی تھی تو ہر شخص اسکے حلال وحرام وامر و جزا اور مواقع وقوف کی تعلیم حاصل کرتے تھے

امام المحققین علامہ جزری فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اسلاف کرام کا اس علم

سے حاصل کرنے کی اور اسکی طرف التفات اور خصوصی توجہ کرنا فقط صحیح نہیں بلکہ حدِ تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔

چنانچہ امام ابو جعفر یزید بن قعقاع جو اھل مدینہ کے جلیل القدر امام اور کبار تابعین میں سے ہیں

امام نافع مدنی جو امام ابو جعفر رہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں امام ابو عمرو بصری امام یعقوب حضرمی امام عاصم کوفی یہ وہ حضرات ہیں جنکا شمار بڑے اور صاحب اختیار ائمہ میں سے ہوتا ہے جنکی قراتوں کو ہم پڑھتے پڑھاتے ہیں انکے علاوہ بہت سے ائمہ مثلا امام ابو حاتم سجستانی، اخفش، ابو عبیدہ علم اوقاف کے ائمہ اور زمام تحقیق کے شہسوار ہیں، ان آثار و اقوال اور اجماع صحابہ اور سلف صالحین کے بعد اوقاف کی اہمیت اور اسکے وجوب سے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی

چنانچہ ائمہ قرآت نے اس علم کو مدوّن فرما کر ایک مستقل فن کی حیثیت دے دی تجوید و قرآت کی کوئی کتاب ایسی نہیں جسمیں دیگر ابواب کے ساتھ اوقاف کا باب قائم نہ کیا گیا ہو یہی نہیں بلکہ اس فن پر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں مثلا علامہ دانی کی المکتفی، علامہ جزری کی الاہتدا فی الوقف والابتداء، احمد بن محمد اشمونی کی منار الہدی فی الوقف والابتداء وغیرہ یہی وجہ ہے کہ علماء متاخرین نے قرآت پڑھانے والے معلمین و مقرئین پر یہ شرط لگادی کہ وہ اپنے تلامذہ میں سے کسی کو اسوقت تک اپنا اجازہ نہ بنائیں جبتک انہیں وقف و ابتدا کی معرفت پیدا نہ ہو جائے۔

انہیں اہمیتوں کو پیش نظر استاذ القرآء حضرت مولانا قاری المقری الشیخ محب الدین احمد صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اوقاف میں ایک رسالہ تالیف فرمایا

جو "جامع الوقف" سے موسوم ہے رسالہ اگرچہ مختصر مگر بہت عمدہ مقبول اور اسم بامسمیٰ ہے اور مضامین بطور قواعد کلیہ کے مرقوم ہیں۔

کتاب اور صاحب کتاب مزید تعارف کے محتاج نہیں مختصر یہ کہ صاحب فضل وکمال اور اسلاف کا نمونہ تھے پوری زندگی تجوید وقرآن کی خدمت میں گذاری، بالواسطہ یا بلاواسطہ بے شمار تلامذہ چھوڑے جو آج ہندو بیرون ہند میں اس فن کی خدمت انجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپکی دینی اور قرآنی خدمات کو قبول فرماکر درجات عالیہ عطا فرمائیں۔ آمین کتاب جامع الوقف اگرچہ کچھ زیادہ مشکل نہیں تاہم اختصار کی وجہ سے دور حاضر کے طلبہ کیلئے تشریح وتوضیح کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی اسلئے کہ ماضی کی تصنیفات وتالیفات مستقبل والوں کو کچھ مشکل ہی نظر آتی ہیں

ہمیں بڑی مسرت ہے کہ عزیز محترم مولانا قاری صدیق صاحب فلاحی نے کتاب جامع الوقف کی توضیح وتشریح پر قلم اٹھایا ایک مفید حاشیہ تحریر فرمایا میں نے اس حاشیہ کو از اول تا آخر دیکھا ماشاء اللہ عمدہ اور مدلل تشریح ہے خداوند کریم اس شرح کو طلبہ کیلئے نفع بخش بنائے آمین قاری محمد صدیق صاحب دارالعلوم فلاح دارین کے لائق وفائق فاضل ہیں اور اب چند سالوں سے اپنے مادر علمی کے شعبۂ تجوید وقرأت کی مسند پر فائز ہیں۔

فاضل موصوف کو زمانہ طالب علمی ہی سے فن تجوید وقرات میں دلچسپی اور اچھا لگاؤ پیدا ہوگیا تھا مسائل کی تحقیق اور کتب بینی کا ماشاء اللہ بہت عمدہ ذوق ہے، سادہ مزاج خلیق اور شریف طبیعت

ہے اگر عزیز موصوف کا یہی ذوق رہا تو انشاء اللہ ہمیں امید ہے کہ مستقبل قریب میں ایک اچھے استاذ اور عمدہ مقری ثابت ہونگے۔

ہماری دلی دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قاری صاحب کی اس محنت کو قبول فرماکر ان نعمہائے دارین سے نوازے جو خدام قرآن کیلئے موعود ہے۔

آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

حررہٗ - أحمد اللہ غفرلہٗ بھاگلپوری

خادم قرأت جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل، گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

حامدًا و مصلیًا ــــــــــــــــ

زیر نظر رسالہ جامع الوقف اردو زبان میں اپنے طرز کا وہ واحد رسالہ ہے جسمیں کچھ مختصر کچھ مفصل مگر متن کے انداز میں علم وقف کے ضروری مسائل کو بیان فرمایا گیا جسکی زبان اصطلاحی اور مسائل کثیر ہیں پھر اسکا تعلق دور اخیر میں فن تجوید و قرأت کے مرجع و ماوی شیخ القراء حضرت مولانا حافظ قاری مقری محب الدین صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت گرامی سے ہے جنکا اصولی ذوق مشہور و معروف ہے یہی وجہ ہے کہ بعد کے علم وقف پر لکھنے والوں نے اس رسالہ سے بہت ہی زیادہ استفادہ کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ رسالہ ہمارے اکثر مدارس اسلامیہ عربیہ میں داخل نصاب ہے

اس ناقص کو بھی چونکہ اللہ رب العزت کے خصوصی فضل و کرم و میرے مشفق ترین اساتذہ کرام کی توجہات کے طفیل اپنی ہی مادر علمی دار العلوم فلاح دارین ترکیسر ضلع سورت میں رسالہ ھذا کو پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی

ایک مدت سے اسکی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اسکے مشکل

مقامات ومشکل مسائل کی کوئی ایسی تشریح ہو جس سے کتاب کے حل کے ساتھ ساتھ طلباء میں علم وقف کا ذوق اور فن سے اچھی مناسبت پیدا ہو دوران تدریس احقر کو بھی اسکا احساس ہوا۔

ادھر علم وقف کے درایت پر موقوف ہونے کی وجہ سے، نیز مصنف علیہ الرحمۃ کے ذوقِ اصول ورسالہ ھذا کے طرز اختصار کے پیشِ نظر ضرورت اس بات کی تھی کہ اس اہم موضوع کی اہمیت کی وجہ سے کوئی پختہ کار صاحب قلم اسپر قلم اٹھاتے مگر دیکھا گیا کہ آج تک اسپر کچھ نہیں لکھا گیا ہے ــــ بالآخر ضرورت کی اہمیت کا خیال کرتے ہوئے اپنی علمی بے بضاعتی وکم مایگی کے باوجود متوکلا علی اللہ کام شروع کرنے کا ارادہ کیا اور اپنا خیال اپنے رفقاء کے سامنے ظاہر کیا تو انہوں نے اس خیال کی تحسین فرمائی اور توصلہ افزائی فرمائی ہمت بندھی اور کام شروع ہی کر دیا مگر اپنی کچھ مصروفیا نیز کاہلی کی وجہ سے تاخیر ہوتی رہی تو ان ہی نیک دل احباب نے بار بار تکمیل کی طرف توجہ دلائی نیز اساتذۂ کرام نے بھی اپنے شفقت آمیز انداز میں اسکو مکمل کر لینے پر تنبیہ فرمائی تا آں کہ ان مخلصین کی توجہات ودعوات صالحہ کی برکت سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا ــــــــــــ

فجزاہم اللہ تعالےٰ

شکر وامتنان

اللہ تعالیٰ بہت ہی جزاء خیر عطا فرماتے میرے ایک بڑے ہی خلیق متواضع رفیق محترم جناب مولانا قاری یوسف صاحب ٹنکاروی کو جنکے مخلص وقابل قدر تعاون سے اس مسودہ کی صفائی ہوئی

اسی طرح میرے ان طلبار عزیز کو جنہوں نے اپنے وقت کی 1
قربانی دے کر مسودہ کی صفائی میں تعاون کیا ۔

جزاہم اللہ فی الدارین احسن الجزاء

چونکہ مجھے ناقص ہونے کا اعتراف ہے اور ناقص کا کلام نقص سے کم خالی ہوا کرتا ہے لہٰذا قارئین کرام سے یہ درخواست ہے کہ اسمیں جو بھی نقص نظر آئے اسکو میری فہم ناقص کا ثمرہ گردانیں اور از راہِ کرم مطلع فرمائیں ممنون ہونگا ۔

نیز ناظرین کرام سے دلی درخواست ہے کہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ میری تقصیروں سے درگزر فرمائیں اور اسکو شرف قبولیت سے نواز کر میری علمی و عملی ترقی کا ذریعہ بنائے اور میری اور میرے مشفق والدین اور محسنین اساتذہ کرام (جنکی محنتوں کا یہ صدقہ ہے) کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے ۔

آمین یا رب العٰلمین وصلے اللہ علی النبی الامی وعلی آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم تسلیما ۔

اہمیت معرفت وقف

یہ ایک حقیقت ہے کہ معرفت وقف ابواب قرآنی میں کا ایک اہم ترین باب ہے جسکا ذیل کے فرامین سے بخوبی انکشاف ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں ورتل القرآن ترتیلا میں صیغۂ امر سے اسکا امر فرمایا ہے بلکہ پھر ترتیلا مصدر سے اس امر کو مؤکد فرمایا اور سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ترتیل کی تفسیر تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف سے فرمائی جسکا ماحصل

یہ ہوا کہ علم تجوید کی طرح معرفۃ الوقوف بھی ایک اہم باب ہے یہی وجہ ہیکہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لقد عشنا برھۃ من دھرنا وان احدنا لیؤتی الایمان قبل القرآن وتنزل السورۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنتعلم حلالھا وحرامھا وامرھا وجزرھا وما ینبغی ان یوقف عندہ منھا محقق جزری "فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام معرفت وقف کے وجوب کی دلیل ہے اور حضرت ابن عمر رض کے کلام سے علم وقف کے سیکھنے پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق واجماع ثابت ہوتا ہے

روایت پر غور فرمائیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جنکی زبان عربی اور وہ معانیِ قرآن سے واقف ہیں نیز اسکے اوامر و نواہی کو سیکھتے ہیں جسکے بعد معرفت وقف کوئی دشوار امر نہیں رہتا اسکے باوجود انکا بارگاہِ رسالت سے وقف کو سیکھنا جہاں معرفت وقف کی اہمیت کو واضح کرتا ہے وہیں ہمارے لئے ایک زبردست درس عبرت ہے اسلئے کہ نہ ہماری زبان عربی نہ ہی معانی سے واقفیت پھر اس علم کی طرف توجہ دینا ہمارے لئے کس قدر ضروری ہو جاتا ہے اور انکا اس قدر اہتمام اسلئے تھا کہ بلا معرفت وقف کے معرفت قرآنی مشکل ہے چنانچہ حضرت ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں من تمام معرفت القرآن معرفت الوقف والابتداء اور امام ابو حاتم سجستانی علیہ رحمہ فرماتے ہیں من لم یعرف الوقف لم یعرف القرآن ۔

اسی کو ہمارے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "بڑی خوبی یہ ہے کہ اگر علم تجوید سے قرآن مجید کی صحت ہوتی ہے تو علم وقف سے قرآن کریم کی معرفت ہوتی ہے"۔

اسکے علاوہ امام ہذلی علیہ الرحمہ اپنی ایک عظیم تصنیف الکامل میں فرماتے ہیں کہ الوقف حلیۃ التلاوۃ وزینۃ القاری وبلاغ التالی وفہم المستمع وفخر العالم وبہ یعرف الفرق بین المعنیین المختلفین والنقیضین المتنافیین والحکمین المتغایرین نیز جیسا کہ مشہور ہے الوقف من حسن القرآن اس پوری گفتگو کا ماحصل یہ نکلا کہ معرفت وقف معانی سے واقف وغیر واقف دونوں کے لئے بڑی اہمیت کی حامل ہے پھر یہ اسلئے بھی اہم ہے کہ وقف کی غلطی سے معنوی غلطی کا توہم ہوتا ہے یا کلمہ مہمل ہو جاتا ہے پھر جبکہ ہماری گفتگو کا اصول بھی یہ ہے کہ بات ختم ہو جاتے تو وقف ورنہ وصل کیا جاتا ہے مثلاً کسی آقا نے اپنے غلام کو ایک مجرم کو گرفتار کرنے کے لئے یہ حکم تحریر کیا کہ اسکو پکڑو مت جانے دو خادم نے بجائے پکڑو پر وقف کرنے کے مت پر وقف کیا جسکا حاصل یہ ہوا کہ پکڑو مت۔ جانے دو معلوم ہوا کہ وقف کی غلطی سے پورا مفہوم الٹ گیا۔

چنانچہ سرکار علیہ الصلوۃ والتسلیم نے جب ایک خطیب کو یہ کہتے ہوئے سنا من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے ڈانٹ کر فرمایا قم بئس خطیب القوم انت

روایت سے معلوم ہوا کہ خطیب سے وقف کی غلطی کی وجہ سے مفہوم بالکل غلط ہو گیا اسکو چاہیئے تھا کہ وہ یا مکمل جملہ کو ایک سانس میں کہتا یا پھر مقد رشد پر وقف کر دیتا

نیز روایت میں ایک قابل غور بات یہ بھی ہے کہ خطیب کا اعتقاد تو درست تھا اور غلطی اعتقاد کی درستی کے ساتھ ہوئی اسپر بھی آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی معلوم ہوا کہ اعتقاد کی درستی کے ساتھ بھی وقف کی غلطی قابل تنبیہ ہے اسی طرح لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ پر وقف کرنا یا فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ پر وقف کرنا یا اسی طرح دیگر مقامات پر وقف کرنا بھی معنوی قباحت کا موجب ہے بعض مرتبہ قاری قرآن کو يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا پر وقف کرتے ہوئے سنا ظاہر ہے کہ یہ درمیان کلمہ وقف کرنے کے مترادف ہے معلوم ہوا کہ علم وقف نہایت ہی اہم باب ہے یہی وجہ ہیکہ ائمہ متقدمین نے مجیز کیلئے ضروری قرار دیا کہ وہ کسی کو بھی اس وقت تک اجازت (سند) نہ دے جبتک کہ اسکو معرفت وقف حاصل نہ ہو

اسی کو استاذ اساتذۃ الھند شیخ القراء حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی علیہ الرحمۃ نے فوائد مکیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ قاری مقری کیلئے چار چیزوں کا جاننا ضروری ہے جنمیں سے ایک علم وقف بھی ہے چنانچہ اسکا خوب مشاہدہ ہوتا ہے کہ قاری قرآن کریم کو تجوید کی رعایت کے ساتھ بہت عمدہ پڑھتا ہے مگر وقف وابتداء کے محل صحیح اور محل غلط میں تمیز نہ ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی تلاوت میں خاص قسم کی قباحتیں پیدا ہو جاتی ہے مثلاً طول نَفَس کے حرص میں

وَلَا یَحْزُنْکَ قَوْلُھُمْ م اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ط کو وصلاً پڑھنے سے کس قدر معنوی قباحت لازم آتی ہے اسی طرح کبھی وقف کے بعد غلط جگہ سے ابتداء کی وجہ سے بھی معنوی قباحت ہوتی ہے مثلاً لَقَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْا پر وقف کے بعد اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ م سے ابتداء کرنا وغیرہ اور کبھی غلط اعادہ سے مثلاً بکثرت سنا گیا ہے کہ تالی رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ پر وقف کے بعد بِالْاِیْمَانِ سے اعادہ کرتے ہوئے پڑھتا ہے بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا جو عربی مذاق کے بالکل خلاف ہے اس سے تو وَلَا تَجْعَلْ سے ابتداء کرنا بہتر ہے چونکہ معانی قرآن (جس پر معرفت وقف کا مدار ہے) سے واقفیت نہیں ہوتی اس وجہ سے اس قسم کی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں جس سے ایک بات یہ سامنے آئی کہ کم از کم مقری کیلئے تو ترجمۂ قرآن سے واقف ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ وہ اپنے طلباء کو بھی اس فن شریف سے واقف کرا سکے

پھر قابل توجہ امر یہ بھی ہے کہ صرف معرفت وقف نہیں بلکہ معرفت ابتداء و اعادہ بھی ضروری ہے کیونکہ بعض مرتبہ وقف تو درست ہوتا ہے مگر ابتداء یا اعادہ درست نہیں ہوتا مثلاً لَقَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْا پر وقف کر کے اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ سے ابتداء کرنا وَیُعَلِّمُکَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ پر وقف کے بعد الْاَحَادِیْثِ سے اعادہ کیا جائے اور وَمَا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ پر وقف کے بعد مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے ابتدا کرنا۔

ہماری گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ معرفت وقف و ابتداء و اعادہ نہایت ضروری ہے

یہی وجہ ہے کہ ائمۂ فن نے اس علم شریف کی جانب مستقل توجہ فرمائی اور ابتداء ہی سے فن وقف پر تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہو گیا جو تا این دم جاری ہے حسب بیان 'مقدمۃ المکتفٰی' سنہ ھ سے اسپر تصنیف کا سلسلہ شروع ہو کر سنہ ۱۲۹۰ھ تک تقریباً ۴۸ بڑی بڑی مشہور کتب اس فن پر لکھی گئیں اور اب تک اسپر لکھنے لکھانے کا سلسلہ برابر جاری ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی مذکورہ رسالہ جامع الوقف بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس فن کی اہمیت قلوب میں پیدا فرما کر اسکے حصول کی بیش از بیش توفیق مرحمت فرمائے آمین

محمد صدیق سعدی فلاحی
خادم القرآن الکریم
مدرسہ فلاح دارین ترکیسر ضلع سورت گجرات

مصنف رحہ کا مختصر تذکرہ

اسم گرامی

آپکا اسم گرامی فخر القراء بقیۃ السلف القاری والمقری حضرت مولانا محب الدین احمد بن شیخ القراء القاری والمقری حضرت مولانا ضیاء الدین بن عبد الرزاق ہے وطن مالوف نارہ ضلع الہ باد ہے آپ حضرت قاری ضیاء الدین صاحب کے سب سے چھوٹے صاحب زادہ ہیں۔

ولادت و تعلیم

آپکی ولادت ۱۳۲۲؁ھ مطابق ۱۹۰۴؁ء کو قصبہ نارہ ضلع الہ باد میں ہوئی قرآن مجید کا حفظ آپنے اپنے بھائیوں کی طرح والد صاحب کی نگرانی میں پورا کیا اسکے بعد آپ علوم دینیہ کی تحصیل کیلئے امروہہ تشریف لیگئے امروہہ سے واپسی کے بعد استاذ القراء حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب مکی رحہ کے پاس آپ نے تجوید و قرأت سبعہ بطریق شاطبیہ اور قرآت عشرہ بطریق درہ طیبہ کی تکمیل فرمائی پھر حضرت رحہ ہی کے حکم وارشاد پر اپنے والد صاحب سے سبعہ عشرہ کی سند حاصل کی

آغاز تدریس

آپکے والد صاحب الہ باد میں مدرسہ سبحانیہ جامع مسجد میں مدرس تھے والد صاحب کے زمانہ حیات ہی میں مدرسہ ھٰذا میں والد صاحب کی جگہ آپ مدرس ہوئے علم تجوید و قرآت میں وقت کی ایک عظیم شخصیت حضرت مولانا قاری و مقری

مفتی محمد حسین صاحب مالیگانوی جنہوں نے ہمارے مصنف رح سے الہ باد میں تین سال کے عرصہ تک استفادہ کیا وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اسی دور میں طلباء کا ایسا ہجوم رہتا تھا کہ پرانے زمانے کی یاد تازہ ہو جاتی تھی ہر وقت طلباء آپکو گھیرے رہتے تھے اور آپکی ذات نے یہ ثابت کردیا کہ اخلاص وکمال فن موجود ہو تو خود بخود طلباء ایسے استاذ کو گھیرے رہتے ہیں اسکے علاوہ الہ آباد کی جامع مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے جس سے طلباء کے ساتھ ساتھ شہر اور قرب وجوار کے شائقین بھی آپ سے استفادہ کرتے رہے۔

لکھنؤ تشریف آوری

لکھنؤ جو اپنی ظاہری ومعنوی گوناگوں اور بوقلموں اور خصوصیات میں شہرۂ آفاق ہے حضرت قاری صاحب کے براہِ راست فیوض سے کس طرح محروم رہ سکتا ہے چنانچہ تمباکو کے مشہور تاجر جناب فقیر محمد صاحب اینڈ سنس نے خاص طور پر تجوید وقرأت کا ایک مدرسہ تجوید القرآن کے نام سے قائم کیا جسکے جملہ اخراجات کے خود ہی کفیل تھے موصوف نے اس مدرسہ کی مسند صدارت کیلئے قاری صاحب کو زحمت دی اسطرح آپ الہ باد سے لکھنؤ تشریف لائے آپ نے طویل عرصہ تک قرآن مجید کی خدمت انجام دی ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے فن قرأت کے طلباء جوق در جوق آنے لگے اور فنی تشنگی بجھانے لگے یہاں سے اساتذۂ قرأت کی عمدہ اور بڑی جماعت تیار ہو کر نکلی

مرکزی دار القرآت سے تعلق

آخری زمانے میں آپکے صاحبزادے جناب مولانا قاری ضیاء صاحب نے لکھنو ہی میں ایک مدرسہ بنام 'مرکزی دار القرآت' قائم فرمایا حضرت قاری صاحب اب ضعف وپیرانہ سالی کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہو چکے تھے مدرسہ آنا جانا آپکے لئے پریشانی کا باعث تھا صاحبزادے نے آپکو اس مدرسہ کی صدارت تدریس تفویض کردی اور آپ مرکزی دار القرآت کے نگراں رہے حضرات سلف کی طرح آپکے درس میں عجیب وغریب برکت تھی کہ کم وقت میں بہت آسانی کے ساتھ طلباء آپ سے استفادہ کر لیتے تھے شاطبیہ جیسی ادق اور مشکل کتاب آپ بہت آسان بنا کر پڑھا دیتے تھے آپکو قرآن پاک سے لگاؤ اور تعلق تھا تجوید وقرآت کے ذکر وتذکرہ میں جتنی مسرت اور فرحت آپکو ہوتی کسی اور گفتگو سے نہیں ہوتی تھی۔ آپ قاری تو تھے ہی اسکے ساتھ زبردست قاری گر بھی تھے عدیم النظیر اساتذۂ فن سے آپکو نسبتیں حاصل تھیں جن سے آپ سراپا تبرک بن گئے تھے آپکی ذات بلاشبہ بلا مبالغہ زمانے کے لئے مغتنمات میں سے تھی علمی دنیا بالخصوص قرآت وقرآن کی دنیا آپکی ذات گرامی سے بخوبی واقف ہے۔

تالیفات وتصنیفات

تدریس کے اندر آپ نے جو عظیم الشان خدمت انجام دی وہ اظہر من الشمس ہے مگر صرف تدریس ہی کا مشغلہ نہ تھا بلکہ اسکے ساتھ ساتھ قلم سے بھی فن کی وہ خدمت انجام دی کہ قریب کی صدیوں میں اسکی مثال نہیں

ملتی آپکی تصانیف کے مطالعہ کے بعد قدر دان علم اس اعتراف پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ فن کی تصانیف کیلئے خصوصی ملکہ وسلیقہ عطا ہوا ہے اور اسی کیلئے پیدا کئے گئے ہیں عبارتیں آسان حشو و زوائد سے خالی اور علمی فنی مضامین سے پر ہوتی ہیں صاحب عنایات رحمانی المقری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آپکی تعریف میں رطب اللسان ہیں اپنی کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں

شاطبیہ کی وہ شرح جسکے کام میں میں مصروف ہوں اسکو موصوف ہی تصنیف فرماتے تو اس صورت میں یہ شرح نہایت نفیس و جامع ہوتی اگر شرح شاطبیہ میری زندگی میں پوری نہ ہوسکی تو موصوف ہی اسکو اس طرز پر پوری فرمائیں گے آپکی تالیفات کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے

(۱) تنویر المرآت شرح ضیاء القراءت ۔ یہ ایک مختصر مگر جامع رسالہ کی شرح ہے فن تجوید کے ضروری امور اور بہت سے علمی مضامین کا گراں بہا مجموعہ ہے یہ شرح نہ صرف طلباء بلکہ اساتذہ کیلئے بھی مفید ہے

(۲) معرفۃ التجوید ۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے جسمیں تیس ۳۰ قواعد و فوائد لکھے گئے ہیں آسان انداز بیان ہے جو بقامت کمتر مگر قیمت بہتر کا مصداق ہے

(۳) تحفۃ المبتدی ۔ اس رسالہ میں مضامین تجوید بعنوان اسباق منقسم ہیں اس طرز سے طلباء کو یاد کرنے میں سہولت ہو گئی ہے ۔

(۴) حواشی مرضیہ ۔ یہ مشہور کتاب فوائد مکیہ پر ایک حاشیہ ہے

(۵) حاشیہ جمال القرآن

(۶) نزہۃ القاری (۷) حاشیہ ضیاء القراۃ یہ تینوں گراں قدر حواشی ہیں

(۸) قاعدہ حکیم القرآن بچوں کیلئے نہایت مفید قاعدہ ہے

(۹) کاشف الابہام ہمزہ والے کلمہ پر بحالت وقف امام حمزہ و ہشام کے نزدیک جو مشکل وجوہ پیدا ہوتی ہیں علم قرأت کے طلباء پر یہ مخفی نہیں ہے اسے حل اور سہل کرنے میں یہ نہایت عمدہ رسالہ ہے (۱۰) ضیاء البرہان ایک عالم نے قرآن مجید کی رسم کو قیاسی مانا ہے اسے توقیفی ہونے کا انکار کیا ہے اس رسالہ میں اسکا مدلل جواب

(۱۱) جامع الوقف، اس رسالہ میں اختصار کے ساتھ مسائل وقف کا کافی ذخیرہ جمع کیا گیا ہے تمام مدارس میں داخل نصاب ہے (۱۲) معرفت الوقوف۔ تمام چیزیں بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں (۱۳) معرفت الرسوم۔ رسم عثمانی کے متعلق قواعد نہایت آسان اور جامع انداز میں درج کئے گئے ہیں

(۱۴) ضیاء الارشاد فی تحقیق الضاد۔ اس رسالہ میں سب سے مشکل حرف ضاد سے متعلق اطراف ملک سے آتے ہوئے استفتوں کا مدلل جواب ہے۔

تلامذہ آپ سے بے شمار قاریوں نے قرأت کی سند حاصل کی جو آج مختلف علاقوں میں قرآن مجید کی خدمت انجام دے رہے ہیں مشہور شاگردوں میں قاری محمد حسین صاحب مالیگانوی، قاری محمد عثمان اعظمی، قاری ظہیر الدین معروفی صاحب حیاء المعانی نیز استاذ من شیخ القراء حضرت قاری انیس احمد رحمۃ اللہ علیہ فیض آباری۔ **وفات**۔ دہلی جو آپ کی آخری خوابگاہ ہوئی قرآن کریم کا یہ بے مثال خادم ۶۵ سال کی عمر پاکر ۱۹۸۲ء کے اوائل میں مختصر علالت کے بعد اس دار فانی کو خیرباد کہتے ہوئے اپنے مولائے حقیقی سے جاملا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ جزاء اللہ عنا وعن جمیع المتعلمین والمعلمین ۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم[ع۱]

بموجب ارشاد باری تعالٰے ورتل القرآن ترتیلا قرآن مجید کو ترتیل ہی کے ساتھ پڑھنا چاہیئے اسلئے کہ خلاف پڑھنے میں عقاب و تہدید کا خوف ہے[ع۲]

ع۱ ہمارے حضرت مصنف رح اپنے اس مقبول رسالہ کو ہدایت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے تحت بموجب حمد وصلوٰۃ سے شروع فرمایا تاکہ یہ امر ذی شان ابتداءً ذکر اللہ کی وجہ سے اقطع واجزم ہونے سے محفوظ رہے

ع۲ یہ آیت کریمہ تجوید ووقف کے ثبوت کیلئے اصل الاصول کا درجہ رکھتی ہے (جسکی تشریح آرہی ہے) اس جگہ بقدر ضرورت صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں تجدروں سے قرآن کریم کو رعایت ترتیل سے پڑھنے کی تاکید فرماتی اس طور پر کہ اوّل تو اسکو صیغہ امر سے بیان فرمایا اور اسکی تاکید کیلئے ترتیلاً مصدر استعمال فرمایا۔ اس تاکید کے باوجود اسکے خلاف پڑھنے میں عتاب وعقاب خداوندی کا اندیشہ لازمی ہے جسکے لئے ہمارے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں باری تعالیٰ کے اس ارشاد موکد کی وجہ سے قرآن مجید کو ترتیل ہی سے پڑھنا چاہیئے۔

اب اگر اس لفظ ہی پر غور کیا جائے تو مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جو بھی پڑھے اور جب بھی

حرفوں کو انکے مخارج وصفات سے ادا کرنے اور وقف کے قواعد ومواقع پہچاننے کو ترتیل کہتے ہیں ترتیل اسی وقت مکمل ہوتی ہے جب قاری حرفوں کو صحیح مخارج وصفات سے ادا کرنے کے ساتھ وقف کرنے میں قواعد وقف اور مواقع کی بھی رعایت کرے ؎۳

بقیہ صفحہ گزشتہ

پڑھے تو ترتیل ہی کے ساتھ پڑھے گویا اسکو پڑھنے کا طریقہ ترتیل ہی ہے اور اسکے خلاف پڑھنا پڑھنا ہی نہیں فائدہ ترتیل سے مراد کیا ہے آگے اسکو بیان فرمارہے ہیں

؎۳ آیت کریمہ ورتل القرآن ترتیلا علم تجوید علم وقف کے ثبوت کیلئے اصل الاصول کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ترتیل کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ الترتیل ھو تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کیلئے دونوں چیزوں کی رعایت کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کو ضروری قرار دیا ہے)

معلوم ہوا کہ ترتیل کی حقیقت مذکورہ دو چیزیں ہیں لہٰذا کسی تلاوت کے مکمل موافق ترتیل کہلانے کیلئے ان دونوں جز کا ہونا لازمی وضروری ہے اور ان میں سے کسی بھی ایک کے مفقود ہوتے سے اس امر خداوندی کا مکمل امتثال ناممکن ہے بلکہ ترتیل ناقص رہیگی

پھر تجوید الحروف مندرجہ ذیل امور ثلثہ کا نام ہے مخارج الحروف۔ صفات لازمہ صفات عارضہ یعنی ترتیل کے جزء واحد کی تکمیل کیلئے بھی ان امور ثلثہ کی رعایت ضروری ہے انمیں سے ایک کا فقدان جزء واحد کی تنقیص کا باعث ہوگا

فائدہ ۔ ہمارے مصنف علیہ الرحمۃ نے صفات کو مطلقاً فرمایا جسمیں اسکی دونوں قسمیں صفات لازمہ ۔ صفات عارضہ ۔ داخل ہے ۔

ترتیل ہی کا دوسرا جزء علم وقف بھی ہے اہمیت کے لحاظ سے علم وقف کسی طرح علم تجوید سے کم نہیں جس آیت کریمہ سے تجوید کا وجوب ثابت ہوتا ہے اسی آیت سے علم وقف کا بھی وجوب ثابت ہے۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ اگر علم تجوید سے قرآن مجید کی صحت ہوتی ہے تو علم وقف سے قرآن کریم کی معرفت ہوتی ہے۔ ۴ عشہ

بقیہ صفحہ گزشتہ — نوٹ

چونکہ تجوید الحروف کی تفصیلی گفتگو کا تعلق کتب تجوید سے ہے لہٰذا اسکو وہیں ملاحظہ کیا جائے اب ترتیل کا جزو ثانی معرفۃ الوقوف ہے جو محل و کیفیت وقف دو چیزوں کا نام ہے لہٰذا ترتیل کی بجاآوری کیلئے ان امور ثلثہ کے ساتھ ان دونوں امور کی رعایت و پابندی ضروری ہے ورنہ جزو ثانی کی تکمیل نہ ہوگی اور جزو ثانی کی تنقیص ترتیل کی تنقیص ہے لہٰذا مخارج صفات لازمہ عارضہ محل وقف کیفیت وقف مذکورہ امور خمسہ کی رعایت ترتیل پر عمل کیلئے ضروری ہے۔

عشہ ۵ اوپر کی گفتگو سے یہ واضح ہو گیا کہ علم تجوید و علم وقف دونوں کا ماخذ و مصدر ایک ہی ہے اور ورتل کا صیغۂ امر ان دونوں ہی کیلئے ہے اور جسطرح اس صیغۂ امر سے علم تجوید کو واجب و ضروری قرار دیا جاتا ہے علم وقف بھی واجب و ضروری ہوگا لہٰذا گو لوگوں کے درمیان علم وقف کی اہمیت علم تجوید سے کم ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ علم وقف اہمیت کے اعتبار سے کسی طرح علم تجوید سے کم نہ ہوگا البتہ اس طرف توجہ کا کم ہونا ممکن ہے اسلئے ہو کہ علم وقف کا تعلق درایت سے ہے اور اسکا مدار عربیت سے واقفیت پر ہے لہٰذا ہمارے یہاں عموماً عربیت سے اتنی واقفیت نہیں ہوتی جسقدر علم وقف کیلئے ضروری ہے۔

حضرت مصنف رحمہ کی یہ اہمیت سے متعلق گفتگو اسی مغالطہ یا غفلت کے ازالہ کی غرض سے ہے

موجودہ زمانے میں ایسے لوگ بھی ہیں جو قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ بہت عمدہ پڑھتے ہیں مگر جس وقت اوقاف میں غلطی کرتے ہیں تو سنکر بڑی کلفت ہوتی ہے عـ

بقیہ صفحہ گزشتہ آگے فرماتے ہیں کہ علم تجوید کے جملہ مسائل واجبات کا تعلق قرآن کریم کی صحت سے ہے جبکہ وقف کی صحت سے قرآن کریم کے صحیح معنی و مفہوم کی معرفت ہوتی ہے جو کہ اصلی مقصد ہے لہٰذا علم تجوید گو نہایت ضروری ہے تاہم علم وقف معرفت قرآن کا سبب ہونیکی حیثیت سے اسکی اہمیت زیادہ ہے جسکو آپنے مقدمہ میں اہمیت علم وقف کے تحت ابن الانباری وابو حاتم سجستانی رحمہما اللہ کے حوالہ سے پڑھا

عـ چونکہ اولاً تو علم تجوید ہی سے عموماً غفلت ہے پھر اللہ تعالیٰ جنکو اسکی توفیق عطا فرماتے ہیں انمیں کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو قرآن کریم کے معانی سے ناواقف ہوتے ہیں تجوید ہی پر اکتفاء کی وجہ سے معنوی واقفیت کی طرف توجہ نہیں ہوتی یا کم ہوتی ہے جسکے نتیجہ میں قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ بہت عمدہ پڑھتے ہیں مگر وقف یا ابتداء کرنے میں ایسی غلطی ہوتی ہے جس سے خاص قسم کی قباحت پیدا ہو جاتی ہے جو باعث کلفت ہوتی ہے پھر بالخصوص اہل لسان یا ارباب ذوق کیلئے بڑی کلفت کا باعث ہوتا ہے مثلاً فمن تبعني فانه مني ومن عصاني پر یا یراؤن الناس ولا پر وقف یا وما كانوا يعبدون پر وقف کے بعد من دون الله سے ابتداء اسی طرح لقد سمع الله قول الذين قالوا پر وقف کے بعد ان الله فقير ونحن اغنياء سے ابتدا کرنا یا کبھی ويعلمك من تاويل الاحاديث پر وقف کے بعد الاحاديث سے اعادہ اسی طرح کبھی درمیان کلمہ سے اعادہ مثلاً الارض، ارض، الصفر، صفر یہ سب وقف ابتدا کی وہ غلطیاں ہیں جس سے معنوی خامی

بقیہ صفحہ گزشتہ

قباحت پیدا ہوتی ہے جنمیں سے بعض تو معانی سے ادنیٰ واقفیت والے کے لئے بھی باعث کلفت ہے تو ارباب ذوق بعض کیلئے دردسر ہے لہٰذا اسطرف خصوصی توجہ و بیداری کی ضرورت ہے اللہ تعالےٰ اسکی توفیق عطا فرماوے

علاوہ اخیر میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ سے اس بابرکت تصنیف کیلئے (جو ہمارے لئے بیداری کا سبب بننے کے علاوہ صحت وقف کیلئے معین بھی ہوگی) قبولیت کی دعا فرمارہے ہیں اور اسی دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اسے خاص مقبولیت عطا فرمائی ہے

چنانچہ ہمارے یہاں تقریباً تمام مدارس اسلامیہ عربیہ نے اسکو داخل نصاب کیا اور ارباب فن نے اسکو قدر کی نگاہوں سے دیکھا

فللّٰہ در المصنف والحمد للّٰہ علیٰ ذالک

فائدہ :۔ کسی بھی فن کو شروع کرنے سے قبل اجمالی طور پر چند امور کا جاننا ضروری ہے تاکہ بصیرت مندی کے ساتھ فن کی ابتداء ہوکر مناسبت کسی درجہ میں پیدا ہوسکے منجملہ انکے

تعریف علم الوقف: ھو فن جلیل یعرف بہ کیفیۃ اداء القراءۃ بالوقف علی المواضع التی نص علیہا القراء لاتمام المعانی والابتداء بمواضع محددۃ لاتختل فیہا المعانی ۔ مقدمۃ المکتفیٰ صفحہ

خلاصہ جسکا یہ ہیکہ علم وقف وہ فن ہے جسکے ذریعہ سے وقف وابتداء کی کیفیت اور ان دونوں کا محل معلوم ہو

موضوع علم الوقف :۔ کلمہ اور کلام ہے کیونکہ وقف کی دو حیثیتیں ہیں ایک یہ کہ وقف کس طرح کیا جائے دوم یہ کہ وقف کہاں پر کیا جائے پس باعتبار کیفیت وقف وقف کا تعلق اخیری کلمہ سے ہے اور باعتبار محل وقف ۔ وقف کا تعلق اختتام کلام سے ہے

غرض وغایت :- وضاحت کلام

ماخذ ھذا العلم :- جیسا کہ حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی علیہ الرحمۃ امداد الفتاوی میں تحریر فرماتے ہیں کتاب اللہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع امت، قیاس ہیں

اما الکتاب :- فقال اللہ تعالیٰ ورتل القرآن ترتیلا

اما السنۃ :- فعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال لقد عشنا برھۃ من دھرنا الخ وعن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کان اذا قرأ قطع الخ

اما الاجماع :- تو آج تک سلف وخلف میں سے کسی نے اسمیں اختلاف نہیں کیا

اما القیاس :- جب ہر کلام میں مواقع فصل وصل ہوتے ہیں اور صحت وقف سے کلام کی وضاحت ہوتی ہے اور وقف کی غلطی معنوی غلطی کی موہم ہوتی ہے تو کلام اللہ بھی منجملہ ان میں کا ایک ہے لہذا اسمیں بھی وصل و وقف کا ہونا بلکہ کلام الہی ہونے کی وجہ سے صحت وقف ووصل بدرجۂ اولیٰ ضروری ہے۔

حکم :- جب اسکا ثبوت ان چاروں سے ہے تو اس علم کا سیکھنا واجب وضروری ہے

(امداد الفتاویٰ)

پہلا سبق

اصطلاحات وقف اور اسکی تقسیم

وقف کے لغوی معنی ٹھہرنے کے ہیں[عا] اصطلاح قراء کے اعتبار سے پڑھنے میں چار طرح پر واقع ہوتا ہے (۱) وقف (۲) سکتہ (۳) سکوت (۴) قطع[عا۲] اس کتاب میں ان چاروں کا بیان مقصود ہے ہر ایک کی تعریف اسکے موقعہ پر بیان کی جائیگی

[عا] لفظ وقف دراصل وَقَفَ یَقِفُ سے (جسکے معنی ٹھہرنے کے ہیں) ٹھہرنے کے معنی میں ہیں جسکو دوسرے الفاظ میں لوگوں نے اسطرح بھی کہا ہے الکف عن القول والفعل ترجمہ - کچھ کہنے کرنے سے رک جانا اس جگہ چونکہ گفتگو تلاوت قرآن مجید سے متعلق ہے اور تلاوت بھی ایک قسم کا قول ہے تو تلاوت سے رک جانے کا نام بھی وقف ہے اسی کو مصنف رح نے ٹھہرنے اور رکنے سے فرمایا ہے یہ ایک مناسبت لغوی اور اصطلاحی وقف کے مابین ہے۔

فوٹ :- قراء کرام کی اصطلاح میں وقف کے کیا معنی ہیں تو چونکہ آئندہ محل وقف کے اقسام کے تحت اسکی مستقل تعریف ہونے والی ہے لہذا تعریف کے متعلق گفتگو اسی جگہ ملاحظہ ہو

[عا۲] یعنی تلاوت اور قرأت کے دوران قاری قرآن کا کسی بھی جگہ ٹھہرنا وقف کرنا مندرجہ چار طریقوں میں سے کسی بھی ایک طریقہ پر ہوگا جن چار طریقوں کو قراء کرام اپنی زبان میں وقف سکتہ سکوت قطع سے پکارتے ہیں اس تعبیر سے یہ معلوم ہوا کہ ہماری مروجہ اصطلاح میں سکتہ سکوت قطع بھی ایک طرح کا وقف (ٹھہرنا) ہی ہے اسی وجہ سے سکتہ سکوت قطع کی حقیقت سے

علمِ وقف میں دو باتوں کا جاننا ضروری ہے اوّل کیفیت وقف

دوسرا محل وقف ۔ جس طرح وقف ہوتا ہے اسکو کیفیت وقف کہتے ہیں

جس جگہ وقف ہو سکتا ہے اسکو محل وقف کہتے ہیں

کیفیت وقف کی چار صورتیں ہیں :۔ (۱) کیفیت وقف بلحاظ ادا

(۲) کیفیت وقف بلحاظ اصل (۳) کیفیت وقف بلحاظ رسم

(۴) کیفیت وقف بلحاظ وصل ع۲

بقیہ صفحہ گزشتہ

واقفیت کے بعد یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ان میں کبھی ٹھہرنا ہوتا ہے مگر فرق اتنا ہے کہ وقف میں ٹھہرنا عادۃً سانس لینے کی مقدار، سکتہ میں اس سے کچھ کم صرف آواز بند کرنا ، سکوت میں وقف سے مزید توقف (ٹھہرنا) اور قطع میں آگے نہ پڑھنے کی نیت سے ٹھہرنا ہوتا ہے جس سے قدرِ مشترک اتنا معلوم ہوا کہ ٹھہرنا ہر ایک میں ہیں مگر اسمیں فرق ہے اور اسی فرق کی وجہ سے الگ الگ نام سے موسوم کیا گیا اسی کو حضرت قاری صاحبؒ نے اسی طرح فرمایا ہے کہ پڑھنے کے اعتبار سے یہ ٹھہرنا چار طرح کا ہے

ع۲ ماشاءاللہ کیا ہی خوب اصولی انداز میں یہ سمجھا دیا کہ پورے معرفۃ الوقوف و علمِ وقف کی تمام تر تفصیلات کا خلاصہ اور بنیاد دو چیزیں ہیں ایک کیفیت وقف دوم محل وقف اب کیفیات و محل کی تفصیل مع امثلہ کے آرہی ہے اسلئے اسکے تحت ملاحظہ فرمائیں

اس جگہ چونکہ اصولی و اجمالی طور پر کیفیات کے اقسام کو بیان فرمایا ہے اور پھر اسی کی تفصیل فرمائیں گے اسی لئے اس جگہ تو طلباء کرام صرف اقسام کے اصطلاحی نام رٹ لیں تو مفید ہوگا ۔

کیفیت وقف بلحاظ ادا کی چار صورتیں ہیں

(۱) وقف بالاسکان (۲) وقف بالاشمام (۳) وقف بالروم (۴) وقف بالابدال

کیفیت وقف بلحاظ اصل کی چار صورتیں ہیں

(۱) وقف بالسکون (۲) وقف بالتشدید (۳) وقف بالاظہار (۴) وقف بالاثبات

محل وقف کی چار صورتیں ہیں

(۱) وقف تام (۲) وقف کافی (۳) وقف حسن (۴) وقف قبیح [ع۴]

وقف واقع ہونے کی چار صورتیں ہیں

(۱) وقف اختیاری (۲) وقف اضطراری (۳) وقف اختباری (۴) وقف انتظاری [ع۵]

محل وقف کے معنی اور اسکی تقسیم نیز اسکی تشریح کیلئے مستقل بیان سبق نمبر ۶ میں آرہا ہے وہیں ملاحظہ ہو اور اس جگہ تو طلباء کرام صرف ان اصطلاحات کو ہی خوب رٹ کر یاد فرمالیں۔

[ع۵] مصنفؒ نے وقوف کی تقسیم کیفیت وقف و محل وقف کے اعتبار سے فرمائی اور اسکے ماتحت چار چار صورتیں بیان فرمائیں البتہ ان وجوہ اربعہ کا تعلق اس تقسیم سے نہیں ہے بلکہ احوال قاری کے اعتبار سے ہے

فائدہ:۔ جسکو یوں سمجھئے کہ قاری اختیاراً وقف کریگا یا بلا اختیار اگر اختیاراً کرتا ہے تو وقف اختیاری ہے اور اگر بلا اختیار کرتا ہے تو بر بنائے ضرورت ذاتی ہوگا یا ضرورت قرآنی ہوگا اب اگر ضرورت ذاتی ہو تو اضطراری ہے اور اگر ضرورت قرآنی ہے تو اختباراً ہوگا یا انتظاراً۔

(۱) جو وقف قصداً کیا جائے اسکو وقف اختیاری کہتے ہیں عـ۱ـ

(۲) جو وقف بلا قصد واقع ہو اسکو اضطراری کہتے ہیں عـ۲ـ

عـ۱ـ وقف اختیاری تو نام ہی سے واضح ہے کہ کسی بھی طرح کی مجبوری یا کیفیت اضطرار کے تحت نہیں ہوتا یعنی ذاتی یا قرآنی ضرورت کو دخل نہیں ہوتا بلکہ قاری اپنے ہی قصد و اختیار سے وقف کرتا ہے

حکم: لہٰذا قاری کیلئے وقف کرتے ہوتے وقف کے جملہ نشیب و فراز کا خیال رکھنا ضروری ہے منجملہ انکے

(۱) محل وقف کے مراتب کا لحاظ کر وقف ضعیف کو وقف قوی پر یا قوی کو اقوی پر ترجیح نہ دے مسئلہ ترجیح کی تفصیل مع تمثیل بیان محل وقف میں ملاحظہ فرمائیں

(۲) اسی طرح علامت وقف میں بھی انکے مراتب کی رعایت

(۳) کیفیات وقف کی پابندی ضروری ہے

(۴) خصوصاً محل قبیح پر وقف کرنے سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ وقف اختیاری میں یہ چیز من حیث الاختیار (بوجہ اختیار) نہایت مذموم ہے مثلاً لانْ شکرتم لأزیدنکم ولانْ کفرتم یہ محل قبیح ہے اسپر بلا اختیار وقف بھی یقیناً نامناسب ہے مگر مجبوری کی وجہ سے عنداللہ مواخذہ نہ ہوگا البتہ اگر اسی جگہ وقف اختیاری کیا ہے تو وہ بوجہ اختیار وہ عنداللہ مستحق مواخذہ ہوگا اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ مواخذہ و عدم مواخذہ کا مدار اختیار پر ہے اسی وجہ سے وقف اختیاری میں محل قبیح پر وقف سے خصوصی طور پہ احتراز کرنا چاہیئے۔

عـ۲ـ اضطراری بمعنی مجبوری۔ تلاوت کے دوران بغیر ارادہ کے سانس کی تنگی بھول جانا یا کھانسی وغیرہ کی وجہ سے کسی جگہ وقف ہو جائے اسکو ائمہ وقف کی اصطلاح میں

④ جو وقف کسی کلمہ پر کیفیت یا محل وقف سمجھنے کی غرض سے کیا جائے اسکو وقف اختباری کہتے ہیں یا ع ش

بقیہ صفحہ گزشتہ

وقف اضطراری کہا جاتا ہے طلبا رکرام غور فرمائیں کہ وقف اختیاری کی تعریف میں حضرت نے "کیا جاتا ہے" کا لفظ فرمایا ہے جس سے فورًا اختیاری ہونا معلوم ہوتا ہے اور اضطراری میں "ہو جاتا ہے" کا لفظ خود اضطراری ہونا بتلاتا ہے یہیں سے یہ معلوم ہو گیا کہ اسمیں قاری کو مذکورہ رعایتوں کا مکلف نہیں کیا جا سکتا کیونکہ رعایت کرنا خود اختیاری چیز ہے اور اختیار تو مفقود ہے البتہ کوشش اس بات کی ہونی چاہئے کہ بے موقع وقف نہ ہونے پائے پھر بھی اگر ہو گیا تو قاری بوجہ اضطرار معذور ہے

وقف اضطراری کا حکم :- چونکہ اسمیں قاری کے قصد وارادہ کو دخل نہیں ہوتا لہٰذا مواخذہ کا مستحق ہونا تو مشکل ہے باقی یہ وقف غیر مقصود و غیر معتبر معنیٰ کے وہم کے کے اندیشہ سے خالی نہیں اور غلط معنیٰ کا وہم بھی آداب قرآنی کے خلاف ہے لہٰذا خلاف آداب ہونیکی وجہ سے مذموم ضرور ہے لیکن غیر اختیاری ہونیکی وجہ سے قاری معذور ہے

ع ش وقف اختباری جو کسی بھی کلمہ کے متعلقات کو سمجھنے یا سمجھانے کی غرض سے کیا جاتے ورنہ اس جگہ قاری کو وقف کرنے کی کوئی اور ضرورت نہیں ہوتی مثلاً نستعین پر وقف بالاشمام سمجھانے کی غرض سے وقف کیا جاتے اسی طرح روم اسکان ابدال وغیرہ یا اسی طرح تجوید و قراءت کے کسی مسئلہ کی تفہیم یا کسی مخصوص معنیٰ پر غور کرنے کی غرض سے کیا جاتے وغیرہ وغیرہ ۔ یہ سارے وقوف وقف اختباری کہلاتے ہیں

حکم :- چونکہ یہ وقف افادہ یا استفادہ کی غرض سے ہوتا ہے لہٰذا اسمیں

(۴) جو وقف اختلاف قرأت پورا کرنے کی غرض سے کیا جائے اسکو وقف انتظاری کہتے ہیں یہ وقف اختلاف قرأت ادا کرنے پر موقوف ہے بعنہٖ

صحیح یا غلط سب ہی کی تفہیم مقصود ہوتی ہے۔ لہٰذا صحیح یا غلط جگہ اس وقف اختیاری کی (بوجہ ضرورت) اجازت ہے۔

ع۹ وجہ ؛۔ انتظاری انتظار سے ہے چونکہ یہ وقف بھی ایک اختلاف کے پڑھنے کے بعد دیگر اختلافات کی تکمیل کے انتظار میں کیا جاتا ہے اسلئے اسکو وقف انتظاری کہتے ہیں

یعنی جب مختلف قراءتوں یا روایتوں کو جمع کر کے پڑھا جاتا ہو تو ظاہر ہے کہ ایک ہی مرتبہ میں سب کو ادا کرنا ممکن ہے کوئی بھی ایک ادا ہوگی اب دیگر قرأتوں کو اس جگہ جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک قرأت کی ادائیگی کے بعد وقف کر کے دوسری پڑھی جائے اور وقف کر دیا جائے پھر تیسری پھر چوتھی جس سے یہ معلوم ہوا کہ قرأتوں کو جمع کرنے کیلئے ہر قرأت کے بعد وقف کیا جاتا ہے اس وقف کو وقف انتظاری کہتے ہیں کہ وہ دوسری قرأت کے انتظار میں کیا جاتا ہے مثلاً الرحمٰن الرحیم ملک یوم الدین میں قراءات مختلفہ کو جمع کرنا ہے تو اسکا ایک طریقہ یہ ہے کہ پہلے الرحمٰن الرحیم مٰلِكِ یوم الدین پڑھ کر صرف دیگر قرأتوں کو جمع کرنے کیلئے وقف کر دیا جائے سوائے اسکے قاری کو اس جگہ وقف کرنے کی اور کوئی حاجت نہیں پھر مَالِكِ یوم الدین پڑھ کر وقف کر دیا جائے تاکہ بقیہ قرأت کو پڑھا جا سکے وھٰکذا

فائدہ :۔ جس سے مصنفؒ کی عبارت "یہ وقف اختلاف قرأت ادا کرنے پر موقوف ہے" یہ سمجھ میں آگئی ہوگی یہاں ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ روایت حفص رحمۃ اللہ علیہ میں بھی تو اسکی ضرورت پیش آسکتی ہے مثلاً الرحیم میں وقف امدعارضی کی وجوہ ثلثہ کو جمع کرنے کیلئے وقف

انتظاری ضروری ہے جس سے مصنفؒ کا اس وقف کو اختلاف قرامت ادا کرنے کے ساتھ خاص قرار دینا محل کلام معلوم ہوتا ہے تو جواب اسکا یہ ہکیہ درحقیقت یہ عبارت اپنی جگہ صحیح ہے اس وجہ سے کہ وجوہ ثلثہ جائزہ کو جمع کرنا امکان عقلی کے طور پر ہوگا یا تعلیم و تعلّم کی غرض سے اگر امکان عقلی کے طور پر ہے تو یہ مذکورہ بحث سے خارج ہے کیونکہ گفتگو طریقہ معمول بہا یعنی وجوہ مقرورۃ میں ہورہی ہے اور اگر تعلیم یا تعلم کی غرض سے ہو تو اسکو وقف اختیاری کہتے ہیں اور اگر تعلیم و تعلم کی غرض سے نہ ہو بلکہ محض بطور تلاوت جمع کیا جاتے تو اسطرح کا جمع کرنا قراء کرام کے یہاں معیوب ہے لہذا مصنف علیہ الرحمۃ کا اسکو اختلاف قرآت کے ادا کرنے کے ساتھ خاص قرار دینا صحیح ہے۔

دوسرا سبق

وقف بلحاظ ادا اور اسکی تعریف

ا حرف موقوف علیہ متحرک کو ساکن پڑھنا اسکو وقف بالاسکان کہتے ہیں ع۲

وقف بلحاظ ادا یعنی وقف کرنے کے طریقے اور انکے نام

حرف موقوف علیہ ایک اصطلاح ہے جو علم وقف میں مستعمل ہے جسکے معنی کلمہ کا وہ اخیری حرف جسپر وقف کیا جاتے مثلاً الرحیم میں م ۔ اور نستعین میں ن حرف موقوف علیہ ہے

وجہ تسمیہ :۔ اسکان باب افعال سے ہے جسکے معنی ساکن کرنا چونکہ وقف بالاسکان میں بھی موقوف علیہ متحرک کو ساکن کیا جاتا ہے اس وجہ سے اسکو وقف بالاسکان کہتے ہیں یہیں سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ وقف بالاسکان موقوف علیہ متحرک ہی پر ہوگا پس جو موقوف علیہ پہلے سے ساکن ہو اسکو ساکن کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا اسکو وقف بالاسکان کہنا درست نہیں بلکہ وہ وقف بالسکون ہے نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اسمیں حرف موقوف علیہ کو مکمل ساکن کر دینا ضروری ہے لہذا اسکا خیال رہے کہ حرف موقوف علیہ متحرک کو اسطرح ساکن پڑھا جائے کہ اسمیں حرکت کی بو بھی نہ آنے پاتے ورنہ اشمام یا روم ہو جائیگا وقف بالاسکان نہ ہوگا اور نیت اسکان کے ساتھ حرکت کی بو آنا لحن خفی ہے جو مکروہ ہے اور اسکان کے بجائے حرکت کی بو آنے کو لحن جلی نہ کہا جائیگا اسوجہ سے کہ لحن جلی سکون اصلی میں حرکت کی بو پیدا کرنے کو کہتے ہیں ۔

فائدہ :۔ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب وقف کی کیفیات مختلف ہیں تو پھر اس کیفیت کا استعمال کثرت سے کیوں ہوتا ہے ؟

اسکا جواب اسی بیان کے اخیر میں ملاحظہ ہو ۔

(۲) حرف موقوف علیہ مضموم[ع۳۰] کو ساکن کرتے ہوئے ضمہ کا ہونٹوں سے اشارہ کرنا اسکو وقف بالاشمام کہتے ہیں[ع۳۱]

ع۳۰ حرف موقوف علیہ مضموم فرمایا جیسے نستعینُ تو مضموم (جسپر ضمہ ہو) کی قید سے یہ بتلایا کہ وقف بالاشمام مفتوح و مکسور میں نہیں ہوتا بلکہ مضموم (ضمہ) کے ساتھ خاص ہے اور مراد یہاں ضمہ سے ضمہ اصلی ہے عارضی نہیں لہذا علیکم الصیام میں علیکم کی میم پر اشمام نہ ہوگا جسکی مزید وضاحت اس بیان کے اخیر میں تنبیہ کے تحت ملاحظہ ہو ۔

اب یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اشمام ضمہ کے ساتھ خاص کیوں اور مفتوح و مکسور میں کیوں نہیں ہوتا ؟ اسکا جواب اس بیان میں عنقریب آرہا ہے ۔

ع۳۱ وقف بالاشمام کی وجہ تسمیہ :- یہ وقف ضمہ پر ہوتا ہے اور ضمہ کو ضمہ بوقت ادا انضمام شفتین ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں اور اشمام باب افعال سے بو دینے کے معنی میں ہے یہاں بھی چونکہ وقف کرتے ہوتے محض انضمام شفتین کیا جاتا ہے جس سے ضمہ کی صرف بو آجاتی ہے اسلئے اسکو وقف بالاشمام کہتے ہیں

نوٹ :- حرف موقوف مضموم کو اوّل ساکن کرنا ضروری ہے تاکہ پھر ختم کردہ حرکت کی طرف اشارہ کیا جائے جسکا مطلب یہ ہے کہ اس وقف میں حرف موقوف علیہ کی حرکت کی آواز مطلقاً نہ ہونی چاہئے ورنہ بجائے ضمہ کی بو کے ضمہ ہی ہو جائیگا اور پھر اسکو اشمام کہنا درست نہ ہوگا مصنف علیہ الرحمہ نے تعریف فرماتے ہوتے لفظ "ساکن کرکے" بڑھا کر اسی طرف اشارہ فرمایا ہے ۔

ضمہ کا ہونٹوں سے الخ یعنی حرف موقوف علیہ کے تلفظ کے فوراً بعد ہونٹوں کو بلا آواز کے ایسے گول کردیتے جائیں جیسے کہ ضمہ کو ادا کرتے وقت گول ہو جاتے ہیں فرق اتنا ہے کہ ضمہ میں ہونٹ

گول ہوتے وقت آواز کبھی جاری رہتی ہے اور اشمام میں آواز بالکل نہ ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ اشمام کی معرفت عموماً نابینا کو نہیں ہوتی کیونکہ اشمام بصارت سے تعلق رکھتا ہے اسمیں آواز نہیں ہوتی پھر بھی اگر نابینا صاحب بصیرت ہے تو لَا تَأْمَنَّا جیسے اشمام کو سمجھ سکتا ہے

مقصد اشمام :- سامنے والے کو حرف موقوف علیہ کی حرکت سے واقف کرانا ہے یعنی وقف کی وجہ سے حرف موقوف علیہ مضموم تو ساکن ہو جاتا ہے اب سامنے والے کو اگر اسکے ضمہ سے واقف کرانا ہے تو ذات حرکت یعنی (صوت حرکت) کے ختم ہو جانے کے بعد اظہار ضمہ کیلئے انضمام شفتین ہی ایک ایسا طریقہ ہے جسکو دیکھ کر سامع موقوف علیہ کی حرکت کو سمجھ سکتا ہے

فائدہ :- اشمام حرف موقوف علیہ مضموم منون وغیر منون دونوں ہی پر ہو سکتا ہے اور دونوں کے طریق ادا میں کوئی فرق نہیں ہے ۔

طریقہ اشمام :- مثلاً نَسْتَعِيْنُ کے تلفظ میں صرف حرف موقوف علیہ کی ذات کا تلفظ کرو اور اسکی حرکت کو ختم کر دو پھر فوراً ہونٹوں کو بند آواز کے ساتھ ایسا گول کرو جیسا کہ ضمہ میں کیا جاتا ہے

فائدہ :- اشمام کی تین قسمیں ہیں ۔ اشمام بالحرف ۔ اشمام بالحرکت ۔ اشمام بالاشارہ اس وجہ سے کہ اشمام کا تعلق یا تو حرف سے ہوگا یا حرکت سے ۔ اگر حرف سے ہو تو اسکو اشمام بالحرف کہتے ہیں اور اگر بالحرکت ہو تو اشمام الحرکت، بالحرکت ہوگا یا بالاشارہ بالحرکت ہو تو اشمام بالحرکت کہتے ہیں اور بالاشارہ ہو تو اشمام بالاشارہ کہتے ہیں ان اقسام مذکورہ میں سے صرف اشمام بالاشارہ ہی کا تعلق روایت حفص رحؒ کے ساتھ ہے ۔

حکم :- کے اعتبار سے اشمام بالاشارہ کی دو قسمیں ہیں ○ واجب ○ جائز

واجب صرف لَا تَأْمَنَّا کا اشمام ہے اسکے ماسوا موقوف علیہ مضموم کا اشمام جائز ہے ۔

(۴) حرف موقوف علیہ کی حرکت کو اسقدر ضعیف[علے] اور ہلکا پڑھنا کہ صرف قریب[علے] والا سننے والا اسکی حرکت کو معلوم کر سکے اسکو وقف بالروم کہتے ہیں

بقیہ صفحہ گذشتہ

وجہ تسمیہ:۔ روم کا لغوی ترجمہ قصد کرنا یہاں بھی چونکہ موقوف علیہ کی حرکت کے اظہار کا قصد کیا جاتا ہے اسلئے اسکو وقف بالروم کہتے ہیں

فائدہ:۔ روم چونکہ وقف کی ایک کیفیت ہے جسکو قرا کرام نے اپنے اپنے طور پر الفاظ میں ضبط کرنے کی سعی فرمائی ہے مگر کیفیت کو الفاظ میں لانا دشوار ہے یہی وجہ ہے کہ روم کی مختلف تعریفات کتب وقف میں ملتی ہیں۔

حرف موقوف علیہ کی حرکت کو پڑھنا:۔ اس سے یہ بتلایا گیا کہ اوپر کی دونوں کیفیتوں میں تو وقفا حرف موقوف علیہ کو ساکن کیا گیا تھا مگر اس کیفیت وقف میں حرف ساکن نہ ہوگا بلکہ متحرک ہی باقی رکھا جائیگا جس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے وقف بالروم کی نیت کرتے ہوئے حرف موقوف علیہ کو ساکن کر دیا تو اسکو روم کہنا درست نہ ہوگا۔

علے اس قدر ضعیف اور ہلکا پڑھنا کہ الخ اس سے منشا یہ ہے کہ حرکت کیلئے جو آواز ہوتی ہے اسے اتنا پست کرنا کہ صرف قریب والا سن سکے معلوم ہوا کہ حرف کو ساکن نہ کرے بلکہ حرکت ہی پڑھے مگر پست آواز سے لہذا حرکت آواز پست کئے بغیر پڑھی گئی تو یہ روم نہ ہوگا یہ تو اکمال حرکت ہے

اور اگر آواز اسقدر پست ہوگئی کہ حرکت باوجود سعی کے نہ سنی گئی تو یہ بھی روم نہیں ہے بلکہ سکون ہے گویا روم کو معلوم کرنیکا یہ ایک تھرما میٹر ہے

چنانچہ لوگوں نے اسکی تفہیم اسطرح بھی فرمائی ہے کہ روم حرکت کے ایک تہائی حصہ

ادا کرنے کو کہتے ہیں گویا کہ دو تہائی حصہ کا سکون ہونا چاہیے لیکن ظاہر ہے کہ یہ روم
کیلئے صرف ایک تعبیر ہے ورنہ حرکت تقسیم کو قبول نہیں کرتی۔

جس سے یہ معلوم ہوا کہ روم کیلئے کچھ بھی تعریف و تعبیر ہو مگر مال کے اعتبار سے سب
ایک ہیں۔

عہ قریب والا الخ! کتب فن میں اس مقام پر یسمعہ القریب المصغی کے الفاظ آئے ہیں
اسی کو مصنف رح نے "قریب والا معلوم کر سکے" سے تعبیر فرمایا ہے جس سے روم کی کیفیت ادا کو معلوم کرنا
آسان ہو گیا کہ حرکت کی آواز کسقدر پست ہونی چاہیے۔

مقصد اسکا حرف موقوف علیہ کی حرکت کا پتہ دینا ہے۔

روم کا طریق ادا :- روم کو ادا کرنے کا طریقہ یہ ہیکہ جس حرف کی حرکت میں روم کرتا ہے
وہاں پہنچ کر حرف موقوف علیہ کی حرکت کو بالکل پست آواز سے پڑھا جاوے

فائدہ ① :- جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس روم کا تعلق قرأۃ جہریہ سے ہے سریہ سے نہیں

② جس کیفیت روم کا اوپر کا بیان ہوا اسکی دو قسمیں ہیں اوّل واجب دوم جائز

① روم واجب روایت حفص رح میں صرف ایک جگہ لاتامنا میں ہے کہ وہاں بحالت اظہار روم
واجب ہے لہذا اظہار محض جائز نہیں ہے جسکی تفصیل کا محل کتب تجوید ہے

② روم جائز وقف کرنے پر موقوف ہے اور ہر اس موقوف علیہ پر ممکن ہے جو مکسور یا
یا مضموم اصلی ہو۔

روم اور بہرا :- روم بہرے کیلئے ایسا ہے جیسا اشمام اندھے کیلئے یعنی
جیسے اندھا اشمام کی کیفیت معلوم نہیں کرسکتا اسی طرح بہرا روم کی کیفیت معلوم
کرنے سے عاجز ہے۔

(۴) حرف موقوف علیہ کے دوزبر کو الف ۸؎ سے اور تائے مدورہ کو ہائے ساکنہ ۹؎ سے بدل کر پڑھنا اسکو وقف بالابدال کہتے ہیں ۔

۸؎ وجہ تسمیہ :۔ ابدال بمعنی بدلنا ۔ چونکہ اس وقف میں بھی دوزبر کو الف سے اور تائے مدورہ کو ہائے ساکنہ سے بدلا جاتا ہے اسلئے اسکو وقف بالابدال کہتے ہیں دوزبر کو الف سے بدل کر پڑھنا ۔ سوال :۔ اس تعریف پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جسطرح زبر کی تنوین وقفاً مبدل بالالف ہوتی ہے تو زیر اور پیش کی تنوین کو یا اور واو سے کیوں نہیں بدلا جاتا ؟

جواب :۔ علم وقف کا مشہور کلیہ ہے کہ وقف رسم الخط کے تابع ہوتا ہے ۔ (یعنی لکھے ہوتے کے مطابق وقف کرنا) اور چونکہ زبر کی تنوین الف سے مرسوم ہوتی ہے اسلئے اسکو وقف میں الف سے بدلکر پڑھا جاتا ہے اسی طرح تائے تانیث بشکل ہا مرسوم ہوتی ہے اسلئے اسکو وقفاً ہا سے بدل کر پڑھا جاتا ہے برخلاف اسکے زیر کی تنوین بشکل یا اور پیش کی تنوین بشکل واو مرسوم نہیں ہوتی اسلئے اسکو وقفاً واو و یا سے بدلا نہیں جاتا بلکہ رسماً محذوف الشکل ہونے کی وجہ سے اتباع رسم میں اداءً بھی وقف میں محذوف پڑھینگے ۔

۹؎ ہائے ساکنہ الخ :۔ مصنف علیہ الرحمہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ الصلوٰۃ جیسے کلمات کی تا (ۃ) کو جب وقفاً ہا سے بدلا جائیگا تو وہ ابتداء ہی سے (اصلاً) ساکن ہوگی نہ یہ کہ اول ۃ کو بدلینگے ہا سے اور ہا کی وہی حرکت ہوگی جو تا کی ہے اور پھر وقف کی وجہ سے وہ ہا ساکن ہوجائیگی لہذا ہا ساکنہ سے بدلا جائیگا کہنا ضروری ہے ورنہ وآمر بالصلوٰۃ جیسی مثالوں میں ۃ کو ہا سے بدلنے کے بعد اسکی حرکت کے باقی رکھنے کی وجہ سے اسپر روم جائز

ہونا چاہیئے حالانکہ ایسی مثالوں کیہی کے یہاں حرکت کے نہ ہونے کی وجہ سے روم جائز نہیں ہوتا ۔۔۔ اسلئے جو لوگ ابدال کی تعریف کرتے ہوتے ہاسے بدلنا کہتے ہیں وہ درست نہیں بلکہ ہاتے ساکنہ سے کہنا چاہیئے ۔

فائدہ :۔۔ اس پر سوال یہ ہے کہ الصلوٰۃ والزکوٰۃ پر وقفاً کونسا مد ہوگا ؟

جواب اسکا یہ ہے کہ عموماً قرأء کرام سکون وقفی کا اعتبار کرتے ہوتے مد عارضی وقفی کہتے ہیں مگر استاذ محترم حضرت قاری انیس احمد صاحب دامت برکاتہم سے دورانِ درس سنا کہ استاذ الاستاذ حضرت مصنف علیہ الرحمہ کا رجحان مد لازم کی طرف تھا جسکی وجہ حضرت استاذ محترم مدظلہ نے یہ بیان فرمائی کہ مد کا مدار سبب مد پر ہے اگر حرف مد کے بعد سکون اصلی ہو تو مد لازم ہوگا اور عارض ہو تو عارض ہوگا یہاں چونکہ تاتے مدورہ کو ہاتے ساکنہ سے بدلا گیا ہے لہذا اسکا سکون اصلی ہوا ۔ اگرچہ ہا عارضی ہے اس اعتبار سے مد لازم ہونا چاہیئے ۔

احقر کی رائی میں یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے

ثمرۂ اختلاف :۔۔ اختلاف کا ثمرہ مقادیر مد کی تعیین کے وقت ظاہر ہوگا کہ مد عارض کی بنیاد پر طول کے علاوہ توسط اور قصر بھی جائز ہونگے اور مد لازم قرار دینے پر صرف طول ہی ہوگا اور قصر و توسط غیر جائز رہینگے ۔

(۱) وقف بالاسکان زبر زیر پیش تینوں حرکتوں میں ہوتا ہے چاہے حرکت اصلی ہو یا عارضی بعـ۱۰

(۲) وقف بالاشمام - صرف حرف موقوف علیہ مضموم میں ہوتا ہے بعـ۱۱

(۳) وقف بالروم - حرف موقوف علیہ مضموم و مکسور میں ہوتا ہے بعـ۱۲

(۴) وقف بالابدال - زبر والی تنوین اور تاء مدورہ میں ہوتا ہے بعـ۱۳

عـ۱۰ چونکہ اسمیں مطلقاً متحرک کو ساکن ہی کرنا ہوتا ہے لہذا جو نسی بھی حرکت ہو اور جیسی بھی ہو وقفاً اسکو ساکن کیا جاتا ہے

عـ۱۱ وجہ اسکی یہ ہیکہ اشمام میں ضرورت ہے انضمام شفتین کی جو صرف ضمہ ہی میں ہوتا ہے جبکہ فتحہ میں انفتاح و کسرہ میں انخفاض ہوتا ہے

عـ۱۲ چونکہ روم حرکت ضعیف کرنے کا نام ہے اور فتحہ خود ہی اخف الحرکات ہے لہذا اب مزید تخفیف سے حذف کا قوی اندیشہ ہے اسلئے عقلاً گو ممکن ہو مگر اداءً ناممکن ہونیکی وجہ سے فتحہ میں روم نہ ہوگا

نوٹ :- ضمہ و کسرہ کی حرکت و تنوین کے روم میں کوئی فرق نہیں ہے

عـ۱۳ تنبیہ :- عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہیکہ جب قاری تنوین پر وقف بالابدال کرتا ہے تو وہ قصر کی بجائے توسط کرتا ہے حالانکہ مد (توسط) کیلئے سبب کا ہونا ضروری ہے اور جب یہاں پر سبب ہی نہیں تو مد کرنا بلا سبب ہونیکی وجہ سے غلط ہوگا جسکو کتب تجوید میں جہلاء کا مد لکھا ہے

فائدہ :- یہاں یہ سوال ہو سکتا ہیکہ جب وقف کی کیفیات مختلف ہیں تو پھر وقف

بالاسکان کا استعمال کثرت سے کیوں ہوتا ہے؟

جواب :- جسکا جواب یہ ہے کہ قاری عموماً سانس کی تنگی اور تھک جانے کی بنا پر یا کسی اور پریشانی کی وجہ سے وقف کرتا ہے لہٰذا وقف جس قدر سہولت و تخفیف سے ہو وہ اچھا ہے اب سہولت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حرف ہی کو ختم کر دیا جاتے مگر یہ لحن جلی ہے

دوسری صورت یہ ہے کہ حرف کو باقی رکھا جاتے اب حرف کو باقی رکھنا بلا حرکت ہوگا یا مع حرکت اگر مع حرکت ہے جسکا نام روم ہے تو اسمیں حرکت پڑھنے میں دشواری ورنہ زیادہ ہے اس وجہ سے کہ حرکت کو ہلکا کرنا بہ نسبت مکمل حرکت پڑھنے کے مشکل ہے اب رہا بلا حرکت تو اسکی ایک صورت وقف بالاشمام ہے تو یہ بھی دشواری کے اعتبار سے روم کے قریب قریب ہے اسلئے کہ اسمیں حرکت کا تلفظ تو نہیں مگر حرکت کا اشارہ ضروری ہے لہٰذا اسمیں بھی ایک گونا دشواری ہے معلوم ہوا کہ ساری پریشانیوں کا حل جس سے قاری اس پریشانی کے عالم میں مکمل سکون کے ساتھ تلاوت کر سکے وہ وقف بالاسکان ہی ہے

خلاصہ جسکا یہ ہے کہ اسکان میں روم و اشمام کے بہ نسبت سہولت زیادہ ہے لہٰذا اکثر استعمال بھی اسی کا ہوتا ہے۔

تنبیہ سکون اصلی حرکت عارضی میم جمع ہائے تانیث ہائے ساکنہ میں روم واشمام جائز نہیں عـــہ[۱۴]

عـــہ[۱۴] چونکہ روم واشمام کی بنیاد حرکت پر ہے اور مواضع مذکورہ میں اصلاً سکون موجود ہے لہٰذا روم واشمام نہ ہوگا اور جو حرکت دی بھی جاتی ہے وہ اجتماع ساکنین کی دشواری کو حل کرنے کی غرض سے مگر جب ساکن اوّل ہی پر وقف کیا جائے[۱] حرکت دینے کا جھگڑا ہی ختم ہو جائیگا اور حرف اپنی اصلی حالت یعنی (سکون) کی طرف لوٹ آئیگا یا الفاظ دیگر روم واشمام کے ذریعہ حرف موقوف علیہ کی حرکت کا پتہ دینا مقصود ہے مگر جب یہاں حرف موقوف علیہ پر حرکت ہی نہیں ہے تو ظاہر کسکو کیا جائے لہٰذا یہاں روم واشمام نہ ہوگا سکون اصلی ہو جیسے وَانْحَرْ فَلَاتَقْهَرْ حرکت عارضی ہو جیسے اِنِ ارْتَبْتُمْ میم جمع جیسے عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ان دونوں مثالوں میں اِنْ کا نون اور عَلَيْكُمْ کی میم اصلاً ساکن ہے مگر وصلاً اجتماع ساکنین کی وجہ سے اوّل کو کسرہ اور ثانی کو ضمہ دیا گیا ہے لہٰذا وقف کرینگے تو پھر یہ دونوں اپنی اصلیت پر ساکن ہو جائینگے کیونکہ اب ساکنین کا اجتماع نہیں ہوتا اور تائے تانیث وقفاً ہائے ساکنہ سے (نہ کہ ہا سے) بدل جاتی ہے اور ہائے سکتہ ساکن ہی ہوتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ ان سب میں بحالت وقف حرکت نہیں ہوتی لہٰذا روم واشمام نہ ہوگا ۔

تیسرا سبق

وقف بلحاظ اصل اور اسکی تعریف[1]

(۱) حرف موقوف علیہ ساکن ہو تو اسکو وقف بالسکون کہینگے جیسے فلاتقہر وغیرہ[2]

(۲) حرف موقوف علیہ مشدد ہو تو وقف بالتشدید کہتے ہیں جیسے مُستَقِر وغیرہ[3]

(۳) حرف موقوف علیہ مدغم یا حرف مخفی واقع ہو تو اسکو وقف بالاظہار کہینگے جیسے یلہث، ذالک وغیرہ[4]

(۴) حرف موقوف علیہ حرف مد واقع ہو تو اسکو وقف بالاثبات کہینگے جیسے ولاتسقی الحرث، غیرہ[5]

---

[1] حرف موقوف علیہ کی حالت اصلیہ کے مطابق وقف کرنے کا نام "وقف بلحاظ اصل" ہے خواہ وہ حرف قبل از وقف اپنی اصلی حالت پر رہا ہو جیسے فلا تقہر وانحر وغیرہ یا نہ رہا ہو جیسے من لدنہ وغیرہ۔

[2] وقف بالسکون و بالاسکان میں فرق یہ ہے کہ وقف بالاسکان میں حرف موقوف علیہ متحرک کو ساکن کرنا ہوتا ہے جبکہ وقف بالسکون میں حرف موقوف علیہ خود ہی ساکن ہوتا ہے۔

[3] چونکہ وقف "خیر تشدید کے ساتھ ہوتا ہے یعنی حرف موقوف علیہ کی ادائیگی میں تشدید کی وجہ سے دیر دو حرف کی لگتی ہے اسوجہ سے اسکو وقف بالتشدید کہتے ہیں۔

[4] چونکہ حرف موقوف علیہ کی حالت اصلیہ ادغام یا اخفاء مستور ہو جاتی ہے بذریعہ وقف اسکو ظاہر کیا جاتا ہے اس وجہ سے اسکو وقف بالاظہار کہتے ہیں۔

[5] اثبات کے معنی ثابت کرنا چونکہ یہاں بھی موقوف علیہ مدہ کو ثابت رکھا جاتا ہے اس وجہ سے اسکو وقف بالاثبات کہتے ہیں

وقف بالسکون : یہ محض حرف ساکن پر ہوتا ہے اسکو وقف بالاسکان کہنا جائز نہیں وقف بالسکون میں کوئی حرکت نہ ظاہر ہونا چاہیئے ورنہ لحن جلی ہوجائیگی ۔ ع۶

وقف بالتشدید : یہ صرف حرف مشدد پر ہوتا ہے اس وقت حرف مشدد کو ساکن کرتے ہوئے تشدید کے پہلے سکون میں ایک حرف کی تاخیر مزید ادا کرنی ہوگی تاکہ تشدید تام ادا ہو ۔ ع۷

فائدہ : ۔ وقف کے مذکورہ اقسام اربعہ میں سے ہر ایک اپنی مخصوص حالت کے ساتھ خاص ہے لہٰذا ان حالت مخصوصہ کے ماسوا میں یہ وقوف نہ ہونگے

ع۶ اتصال جسمیں سے حرف بنتا ہے اور جریان صوت کے ساتھ انفصال سے حرکت پیدا ہوتی ہے اور اگر انحباس صوت کے ساتھ انفصال ہو تو وہ سکون کہلاتا ہے لہٰذا وقف بالسکون کرتے وقت اتصال جسمیں کے بعد انفصال انحباس صوت کے ساتھ ہونا چاہئے ورنہ بجائے سکون کے حرکت ہوجائیگی جو لحن جلی ہے

نوٹ : ۔ لحن کی ۲ قسمیں ہیں جلی و خفی اجلی کوئی قسم نہیں ہے لہٰذا موجودہ نسخہ میں لفظ اجلی کتابت کی غلطی سے شمار کیا جائے گا ۔

ع۷ حرف مشدد گو رسماً ایک حرف ہے مگر اداءً دو حرف ہیں اول ساکن دوسرا متحرک لیکن بحالت وقف حرف موقوف علیہ بھی ساکن ہوجاتا ہے اس اعتبار سے حرف مشدد کا دوسرا حرف بھی ساکن ہوگیا مصنف علیہ الرحمہ اسکو فرما رہے ہیں " تشدید کے پہلے سکون میں " الخ اگر تاخیر مزید نہ ہوتی تو حرف اول کی کمی لازم آتیگی جو لحن جلی ہے ۔

ساکن کرتے ہوتے اور یہ وقف بالاسکان ہے تو اب پریشانی یہ لاحق ہوتی ہے کہ الفجر جیسی مثال میں کونسا وقف ہوگا وقف بالاسکان یا وقف بالتشدید لیکن غور کرنے سے پتہ چلیگا کہ وقف کا طریان حرف موقوف علیہ کی تشدید وحرکت دونوں پر ہو رہا ہے لہذا باعتبار تشدید تو یہ وقف بالتشدید ہے اور باعتبار حرکت یہ وقف بالاسکان ہے گویا۔ اختلاف اعتباری ہے نیز یہ بھی سمجھ میں آیا کہ ضمہ کی وجہ سے بجائے اسکان کے اشمام یا روم بھی کیا جا سکتا ہے اور کتاب میں ساکن کرنا اسکی عمومیت کی وجہ سے فرمایا گیا ہے۔

سوال: یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ تاخیر مزید ہونے کی وجہ سے کمی حرف ثانی کی لازم آنی چاہیئے نہ کہ اوّل کی کیونکہ حرف اوّل مقدم ہے حرف ثانی پر۔

جواب:- جواب سے قبل بطور تمہید دو باتوں کا جاننا ضروری ہے

(۱) جس حرف کا اظہار مقصود ہوتا ہے اسی کے مخرج میں زبان کا اتصال ہوتا ہے

(۲) ادغام میں دو حرف متحد المخرج یا قریب المخرج ہوتے ہیں چونکہ ان دونوں کو اظہار کے ساتھ ادا کرنا دشوار ہوتا ہے لہذا بغرض تخفیف ادغام کیا جاتا ہے اور ادغام کی حقیقت یہ ہے کہ مدغم مدغم فیہ میں بالکلیہ داخل ہو جائے جب یہی بات ہے تو اب زبان کا مخرج سے اتصال مدغم فیہ ہی کے اظہار کے واسطے ہوگا۔

اس تمہید کے بعد تشدید اور ادغام میں ادائً کوئی فرق نہیں لہذا تشدید میں بھی حرف اوّل حرف ثانی میں بالکلیہ داخل ہو جانے کی وجہ سے اظہار حرف ثانی کا ہوگا اور زبان کا اتصال مخرج سے حرف ثانی ہی کے واسطے ہوگا البتہ اتصال میں اتنی تاخیر ہوگی کہ مزید ایک حرف کی دیر ہو اور یہی تاخیر مزید حرف اوّل کی ادا سے عبارت ہے جس سے نہ تو مقصود فوت ہوتا ہے اور نہ بالکل حرف واحد بن جاتا ہے اب جب اسی تاخیر مزید کا نام حرف اوّل ہے تو تاخیر نہ کرنے پر جو حرف فوت ہوگا وہ حرف اوّل ہوگا نہ کہ ثانی

وقف بالاظہار: یہ حرف موقوف علیہ مدغم اور حرف مخفی پر ہوتا ہے لہذا بحالت وقف اخفا یا ادغام نہ ہونا چاہیئے۔ ع۳

ع۳ وقف بالاظہار ان دونوں پر موقوف ہے اور یہ دونوں صفات عارضہ ہیں جو موقوف علی السبب ہوتی ہیں اور سبب انکا اتصال حرف بحرف ہے جب بوجہ وقف اتصال حرف بحرف نہ رہا تو ادغام و اخفاء کا تحقق نہ ہوگا مثلاً مَن یقول و مِن قبل کے من پر وقف کیا جائے۔ اسکو مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا بحالت وقف الخ اور جب ادغام و اخفاء ہی نہ ہوگا تو اسپر متفرع ہونے والا غنہ زمانی (بقدر الف) بھی نہ ہوگا لہذا وقفاً اس زائد غنہ سے پرہیز کرنا چاہیئے البتہ اسمیں اس قدر غلو بھی نہ ہو کہ یعتصم باللّٰہ جیسی مثال میں وقفاً زائد غنہ سے احتراز کے خیال سے اصلی غنہ جو کہ صفت لازمہ ہے وہی معدوم ہو جائے اگر ایسا ہوا تو بجائے میم با ہو جائیگی جو لحن جلی ہے۔

خلاصہ اسکا یہ ہے کہ غنہ کی دو قسمیں ہیں (۱) آنی (۲) زمانی

غنہ زمانی ادغام و اخفاء پر موقوف ہے بحالت وقف اس سے اجتناب ضروری ہے اور غنہ آنی صفت لازمہ ہے جسکی حقیقت یہ ہے کہ حرف کو ادا کرتے وقت آنِ واحد کیلئے آواز ناک میں چلی جاتی ہے بحالت وقف اسکا ادا ہونا ضروری ہے

وقف بالاثبات :— یہ حرف مد کے ساتھ مخصوص ہے اسمیں حرف مد محذوفہ کا ثابت رکھنا ضروری ہے خواہ حذف بوجہ وصل ہو جیسے لٰکنا ھواللہ وغیرہ یا حذف بوجہ اجتماع ساکنین ہو جیسے قالاالحمد وغیرہ یا حذف بوجہ رسم ہو جیسے یستحی وغیرہ[ع۹]

ع۹ وقف بالاثبات بغرض تخفیف حذف ہونے والے حرف مد کو ثابت رکھنے کا نام وقف بالاثبات ہے خواہ تخفیف لفظی ہو جیسے لٰکنا ھواللہ، وقال الحمد خواہ رسمی جیسے یستحی یٰقستوٗا

لٰکنا ھواللہ دراصل لٰکن انا ہے بغرض تخفیف لٰکنّ کردیا گیا مگر لٰکنّ مشبہ بالفعل کے ساتھ مشابہت سے بچانے کیلئے ائمہ رسم نے اسکے اخیر میں الف جو کہ علامت انا ضمیر متکلم ہے باقی رکھا اور وقف تابع رسم ہوتا ہے لہذا الف بحالت وقف ثابت رہیگا

وقال الحمد میں وقال کا الف تثنیہ جو وصلاً اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف ہوگیا تھا بحالت وقف اتباع رسم میں ثابت رہیگا

یستحی دراصل یستحیی ہے یا ثانی تماثل فی الرسم (یعنی ہم شکل ہونے کی وجہ سے تخفیفاً حذف کردی گئی ہے (جس کے واسطے متاخرین نے بطور علامت کھڑی زیر وضع کی ہے) اسکو وقفاً ثابت رکھا جائیگا

نوٹ : — حذف کی مذکورہ تینوں قسموں میں وقفاً ایک الف کے برابر مد ہوگا۔

چوتھا سبق

وقف بلحاظ رسم اور بلحاظ وصل اور انکی صورتیں

کیفیت وقف بلحاظ رسم کی دو صورتیں ہیں

(۱) جس کلمہ پر وقف کیا گیا ہو وہ وصلاً و رسماً متحد ہو مثلاً کتابیہ اسکو وقف موافق رسم کہتے ہیں [علہ]

(۲) جس کلمہ پر وقف کیا گیا ہے وہ صرف رسماً موافق ہو مثلاً الظنونا وغیرہ اسکو بھی وقف موافق رسم کہتے ہیں [علہ]

[علہ] رسم سے مراد قرآن کریم کی کتابت و لکھاوٹ ہے اب وقف بلحاظ رسم کا مفہوم یہ ہوا کہ کلمہ کی کتابت و لکھاوٹ جسطرح ہوتی ہے وقف میں اسکو اسی طرح پڑھنا جسکی تفصیل مع امثلہ آ رہی ہے۔

[علہ] یعنی وصل میں کلمہ جسطرح پڑھا جاتا ہے وقف میں اسی طرح پڑھنا۔

[علہ] کلمہ کتابیہ کہ اسکی اصل کتابی تھی پھر اسکے اخیر میں ھاء سکتہ بڑھائی گئی جو دائماً ساکن رہتی یہ ھاء سکتہ رسماً موجود ہونے کی وجہ سے وصلاً بھی پڑھی جاتی ہے اور وقفاً بھی باقی رہتی ہے اس طرح رسم۔ وصل۔ وقف (تینوں حالتوں میں) کتابیہ ایک ہی حالت پر رہتا ہے اسی طرح سلطانیہ۔ حسابیہ۔ مالیہ وغیرہ

فائدہ :- وقف کی اس صورت کو موافق رسم و موافق وصل کہتے ہیں

[علہ] الظنونا جیسی مثال میں الف کو وصلاً محذوف ہوتا ہے مگر وقف مطابق رسم ہوگا اور الف بحالت وقف ثابت رہیگا۔

تنبیہ :۔ وقف میں اگرچہ متابعت رسم ضروری ہے لیکن جن کلمات کے الف قراءۃ ثابت ہی نہیں ان پر وقف موافق رسم نہ کرنا چاہیئے مثلاً قواریرا ثانی سورۃ دھر کے اور ان تبوءا وغیرہ[عـــہ]

فائدہ :۔ صورت اولیٰ میں وقف موافق رسم و وصل تھا موجودہ صورت میں وقف صرف رسماً موافق ہے لہذا اس صورت کو وقف موافق رسم و مخالف وصل کہتے ہیں

[عـــہ] یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وقف تابع رسم ہوتا ہے تو قواریرا جیسی مثال میں الف رسماً ثابت ہونے کے باوجود وقفاً محذوف کیوں ہوتا ہے

مصنف علیہ الرحمہ اس سوال کا جواب دے رہے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ اس کلیہ کا اجراء وہاں ہوگا جہاں پر الف رسماً موجود ہونے کے ساتھ ساتھ قراءۃً بھی ثابت ہو چونکہ مقامات مذکورہ پر الف قراءۃً ثابت نہیں لہذا وقفاً محذوف رہیگا۔

فائدہ :۔ یہاں قرأۃ کو رسم پر ترجیح اس وجہ سے دی گئی کہ کسی بھی قرأۃ کی صحت کا مدار (منجملہ شروط ثلثہ) روایۃً ثبوت پر ہے اور وصل و وقف میں چونکہ قرأۃ ہی کی دو قسمیں ہیں لہذا جہاں قرأۃ کو مذکورہ کلیہ سے اختلاف ہوگا وہاں قرأۃ کو ترجیح دی جائیگی کیوں کہ قرأۃ و روایت مقدم ہے رسم پر یعنی نزول قرأۃ کے بعد اسکی حفاظت کیلئے اسکو لکھوایا گیا اور تقدیم کی تفضیل ظاہر ہے نیز رسم گویا خادم ہے اور روایت مخدوم ۔ اور مخدوم کی فضیلت خادم پر واضح ہے

کیفیت وقف بلحاظ[ع۱] وصل کی بھی دو صورتیں ہیں

(۱) جو الف خلاف قرآۃ مرسوم ہو مثلاً ثمودا اور لیربوا وغیرہ وہ وصل کی طرح وقف میں بھی محذوف ہوگا اور اخیر کا حرف ساکن پڑھا جائیگا اسکو وقف موافق وصل کہتے ہیں[ع۲]

(۲) جو حرف مد مقروء رسمًا محذوف ہو مثلاً لتستو وغیرہ وہ وقف میں بھی پڑھا جائیگا اسکو بھی وقف موافق وصل کہتے ہیں[ع۳]

ع۱ بلحاظ وصل یعنی مطابق وصل یا موافق وصل۔

ع۲ چونکہ ان کا الف قرآۃ ثابت نہیں لہذا وصل کی طرح وقفًا نہیں پڑھا جائیگا (یعنی الف مرسوم کے حذف کرنے کو) وقف موافق وصل مخالف رسم کہتے ہیں

ع۳ لتستوا میں دراصل دو واو ہیں مگر تماثل فی الرسم کی وجہ سے واو ثانی حذف کردیا گیا ہے لیکن قاعدہ یہ ہے کہ تماثل فی الرسم کی وجہ سے حذف شدہ حرف حکمًا مرسوم سمجھا جاتا ہے اور وقف تابع ہوتا ہے رسم کے لہذا واو ثانی وقفًا ثابت رہیگا اسکو بھی وقف موافق وصل مخالف رسم کہتے ہیں جیسے لتستوا واو ثانی کے اثبات کے ساتھ اس پر ایک الف کے بقدر مد ہوگا اسمیں کمی لحن جلی اور زیادتی لحن خفی ہے۔

فائدہ :- لفظ سلاسلا پر حذف الف مع سکون لام سلاسل اور فما اٰتان پر یاء ساکنہ کے ساتھ فما اٰتانی وقف ــــ موافق وصل بھی جائز ہے[ع۹]

سوالات :- ① ترتیل کسے کہتے ہیں اور کس وقت مکمل ہوتی ہے ؟

② علم وقف کا وجوب کہاں سے ثابت ہے ؟

③ علم وقف میں کن باتوں کا جاننا ضروری ہے ؟

④ کیفیت وقف بلحاظ وصل کی صورتیں بیان کرو ۔

⑤ وقف بالاسکان وقف بالسکون میں کیا فرق ہے ؟

[ع۹] لفظ سلاسلا منون وغیر منون دونوں طرح (مقروء) پڑھا جاتا ہے اور رسم میں قرأۃ منونہ کو شامل کرنے کیلئے یہ لفظ تنوین منصوبی کی طرح الف کے ساتھ سلاسلا لکھا گیا ہے البتہ روایت حفص میں یہ لفظ غیر منون سلاسل مقروء ہے چنانچہ ہماری روایت میں اسپر دو طرح وقف کی اجازت ہے الف کے ساتھ تو اتباع رسم میں سلاسلا اور روایۃً غیر منون ہونے کی وجہ سے اتباع روایت میں وقف بھی بلا الف کے سلاسل ہوگا

اسی طرح فما اٰتان اللہ بھی ایک قرأت حذف یاء کے ساتھ ہے چنانچہ رسم سے بھی یاء محذوف ہے مگر ہماری روایت میں یہ کلمہ یاء مفتوحہ کے ساتھ مقروء ہے لہذا اسپر دو طرح وقف ہوگا ایک مطابق رسم دوم مطابق (وصل) روایت یعنی باثبات الیاء وبحذف الیاء حذف کی وجہ رسماً محذوف ہونا ہے اور اثبات کی وجہ یہ ہے کہ یا کو ثابت رکھکر یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ روایت حفص میں یہ یا پڑھی جاتی ہے ۔

پانچواں سبق
وقف کی تعریف اور اسکے احکام

① اخیری کلمہ[۱] پر سانس اور آواز[۲] توڑ کر ٹھیرنا[۳] اور سانس لینا اسکو وقف کہتے ہیں

ع۱ وقف یقف کے لغوی معنی ٹھیرنا، رک جانا جیسا کہ صاحب منار الھدیٰ نے فرمایا وھو لغۃ الکف عن القول والفعل چونکہ وقف میں بھی قرأت سے رکنا ہوتا ہے اسلئے اسکو وقف کہتے ہیں

ع۲ اخری کلمہ پر ۔ اس سے محل وقف کو بیان فرمایا کہ وقف ایسی جگہ ہونا چاہیئے جو رسم کے اعتبار سے آخر ہو گویا آخری کلمہ سے مراد رسمًا آخر ہوتا ہے کیونکہ وقف کلمہ کے آخر میں ہوتا ہے اور اشارہ اسطرف ہے کہ وسط کلمہ محل وقف نہ ہونے کی وجہ سے وہاں وقف جائز نہیں اس وجہ سے کہ وسط کلمہ پر وقف کرنے سے کلمہ مہمل ہو جاتا ہے اسی طرح وہ دو کلمات جو رسمًا موصول ہوں ان میں سے اوّل پر وقف کرنا بھی جائز نہیں ہے جیسے بئسما۔ کیلا۔ اینما اس وجہ سے کہ اس قسم کا لفظ اصطلاحًا ایک ہی شمار ہوتا ہے گو عربیت کے اعتبار سے ایک نہ ہو

خلاصہ یہ ہے کہ "آخری کلمہ" سے مراد رسمًا و حقیقتًا (دونوں اعتبار سے) اخر میں ہوتا ہے

ع۳ سانس اور آواز توڑ کر ٹھیرنا ۔ سانس و آواز کے جاری رہنے اور نہ رہنے کی عقلًا چار صورتیں متصور ہو سکتی ہیں ① صوت و نفس کا قطع ہوگا ② یا دونوں کا قطع نہیں ہوگا ③ قطع صوت بدون نفس ہوگا ④ قطع نفس بدون صوت ہوگا

منجملہ اسکے اخیری صورت کا وجود ناممکن ہے اسوجہ سے کہ تنفس قطع ہو اور صوت قطع نہ ہو یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ نفس ہی پر صوت موقوف ہے اور صورت ثالثہ سکتہ پر صادق آتی ہے اور صورت ثانیہ تو وصل ہے لہٰذا اس سے یہاں بحث نہیں، رہ گئی صورت اولی تو چونکہ قطع نفس مستلزم ہے قطع صوت کو لہٰذا اسکے ساتھ قطع صوت کی قید کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسلئے مصنف علیہ الرحمہ کی تعریف میں جو قطع صوت کی قید لگی ہوتی ہے بظاہر اسکی ضرورت نہیں ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس قید کے اضافہ سے محض قطع صوت سے ہونے والی تعریف کے نقصان کی طرف اشارہ فرمایا ہو نیز محض قطع النفس وقف سکوت قطع تینوں پر مشتمل ہے اگرچہ حکما تینوں ایک ہی ہیں مگر حقیقیت مختلف ہونے کی وجہ سے کسی ایسی قید کے اضافہ کی ضرورت تھی جو وقف کو تینوں سے الگ کردے چنانچہ وقف کو سکوت سے الگ کرنے کیلئے ائمہ فن نے مختلف قیود کا اضافہ فرمایا ہے بعضوں نے زمنًا ما کا اضافہ کیا تو بعض نے یتنفس فیہ عادۃ کا اضافہ کیا اور بعضوں نے "جسمیں بآسانی سانس لیا جاسکے" کا اضافہ کیا اور وجہ اسکی یہ ہے کہ سکوت کا توقف وقف کے توقف سے زیادہ ہوا کرتا ہے اسی طرح وقف کو قطع سے الگ کرنے کیلئے کسی قید کی ضرورت تھی چنانچہ صاحب خلاصہ نے بنیۃ الاستیناف (آگے پڑھنے کے ارادہ سے) کا اضافہ فرمایا اس قید نے وقف کو قطع سے الگ کردیا۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی تعریف میں اسطرح کے کسی الفاظ کا اضافہ نہیں فرمایا ہو سکتا ہے "اور سانس لینا" سے اس طرف اشارہ فرمایا ہو اس طور پر کہ سانس لینے سے مراد آگے پڑھنے کی نیت سے سانس لینا ہو اور یہی ہونا چاہیئے ورنہ تو سانس توڑنا خود سانس لینے کو مستلزم ہے لہٰذا اسکے تکرار کی ضرورت نہیں تھی۔

(۱) حرف موقوف علیہ متحرک کو ساکن کرتے ہوئے سانس توڑ دینا ضروری ہے [عـ۴۰]
(۲) وقف کرنے کے بعد دوسرے سانس سے ابتداء کرنا ضروری ہے ورنہ وقف نہ ہوگا [عـ۴۱]

نوٹ:۔ وقف کی تعریف سے متعلق گفتگو کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اگر وقف کی تعریف اسطرح کی جائے کہ اخیری کلمہ غیر موصول پر سانس توڑ کر اتنی دیر ٹھیرنا جسمیں عادۃً سانس لی جا سکے اور پڑھنے کا ارادہ ہو تو مناسب ہے۔

نوٹ:۔ کتب وقف میں جب لفظ وقف مطلق بولا جائے تو اس سے وقف بالاسکان مراد ہوا کرتا ہے۔

عـ۴۰ اب یہاں وقف کی تعریف کے بعد احکام کو بیان فرما رہے ہیں۔
وقف کی تعریف میں پڑھا "سانس توڑ کر ٹھیرنا" جس سے معلوم ہوا کہ بلا سانس توڑے ٹھیرنا وقف ہی نہیں اسلئے اسکو ضروری فرمایا اور رہا متحرک کو ساکن کرنا تو گو وقف کے مختلف طریقوں میں سے اسکی تخصیص و تعیین بظاہر محل اشکال ہے مگر چونکہ وقف کا مقصد (آسانی) روم، اشمام کی بنسبت اسکان سے زیادہ حاصل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے عموماً اسی کا استعمال بھی ہوتا ہے لہذا اسکی عمومیت کی وجہ سے اسے خاص کر دیا جسکا حاصل یہ ہوا کہ اسکان کی تخصیص سے روم و اشمام سے انکار مقصود نہیں بلکہ وقف کے جس طریقے پر چاہے عمل کرے مگر سانس توڑنا ضروری ہے
عـ۴۱ بلکہ سکتہ ہوگا جسکی تفصیل اوپر گزر چکی۔

تراویح سے متعلق ایک ضروری فائدہ — یہ بات قابل توجہ ہے کہ تراویح میں بہت سے حفاظ کرام بلکہ بہت سے قراء بھی تیز رفتاری کی وجہ سے حرف موقوف علیہ کو ساکن تو کرتے ہیں مگر اسی سانس میں دوسری آیت بھی شروع فرما دیتے ہیں یہ احکام وقف

(۳) وقف ہمیشہ کلمہ کے اخیر پر کرنا چاہئے درمیان کلمہ پر نہ ٹھہرنا چاہئے۔ عـ۱

(۴) دو کلمہ ملے ہوئے لکھے ہوں مثلاً بئسما تو ہمیشہ دوسرے کلمہ کے آخر پر ٹھہرنا چاہئے عـ۲

حاشیہ صفحہ گذشتہ

کے خلاف ہے جو درحقیقت وقف نہیں ہے بلکہ سکتہ ہے (اسی وجہ سے حکم میں سانس توڑنا ضروری قرار دیا) اور اگرچہ آیت پر سکتہ معنوی جائز ہے مگر نیت سکتہ کی کبھی تو ہو اور یہ تو سکتہ بنیت وقف ہے جو غلط ہے

چنانچہ یا تو صحیح معنی میں وقف کیا جائے کہ دوسرے سانس میں دوسری آیت کی ابتداء ہو یا سکتہ معنوی کی نیت کر لی جائے جو آیت پر جائز ہے یا پھر وصل کیا جائے گو اسمیں بہت سے ناواقفوں کو کبھی ہمزہ وصل کے حذف سے ثواب میں کمی کا وہم ہوتا ہے جو محض وہم ہی ہے اور بالکل بے اصل ہے طوالت کے خوف سے اسکے دلائل کو حذف کیا جاتا ہے

عـ۱ ورنہ کلمہ مہمل ہو جائیگا جیسے العالمین سے العال

عـ۲ وقف کی تعریف "کلمہ کے آخر پر" الخ سے اشکال ہو سکتا ہے کہ بئسما جیسی مثال میں جو درحقیقت دو کلمہ ہیں بئس ۔ ما لہذا بئس کی سین پر وقف صحیح ہونا چاہئے مذکورہ حکم نمبر ۴ میں اسکا جواب موجود ہے وہ یہ کہ آخری کلمہ سے مراد رسماً و حقیقتاً کلمہ کا آخر ہونا ہے معلوم ہوا کہ بئسما میں بئس کی سین رسماً وسط کلمہ ہونے کی وجہ سے محل وقف نہیں ہے بلکہ ما رسماً کلمہ کا آخر ہونے کی وجہ سے وہی محل وقف ہو سکتا ہے یا بالفاظ دیگر وقف تابع ہوا کرتا ہے رسم کے اور رسماً ما کلمہ کا آخر ہے لہذا محل وقف بھی ما ہوگا

فائدہ:۔ جس طرح وقف وسط کلمہ میں صحیح نہیں ہے اسی طرح ابتداء بھی وسط کلمہ سے نادرست ہے جیسے الاحادیث پر وقف کے بعد احادیث سے ابتداء کرنا ۔

(۵) حرف موقوف علیہ متحرک پر وقف کرتے ہوتے اسکو ساکن کرنا ضروری ہے حرکت یا تنوین پر وقف کرنا جائز نہیں [عث]

(۶) حرف موقوف علیہ متحرک میں روم واشمام بھی جائز ہے بشرطیکہ حرکت اصلی ہو [عث۹]

تنبیہ روم کی حالت میں تنوین نہ پڑھی جائیگی بلکہ اسکی حرکت میں روم ہوگا [ع۱۰]

[عث] وقف کے متعدد اقسام کے باوجود مصنف رہ نے "ساکن کرنا ضروری ہے" فرماکر وقف بالاسکان ہی کو ضروری قرار دیا وجہ یہ ہے کہ مقصد وقف یعنی تخفیف وقف بالاسکان ہی سے بدرجۂ اتم حاصل ہوتی ہے نیز لیکن عبارت سے بتلایا کہ حرکت یا تنوین کو باقی رکھتے ہوتے وقف کرنا جائز نہ ہوگا لہٰذا اس قسم کی غلطی لحن جلی کہلائیگی لہٰذا موقوف علیہ متحرک کو وقف میں ساکن کرنا چاہیئے [ع۱۱]

ع۹ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "کیفیت وقف بلحاظ ادا" تنبیہ ۲ البتہ حاشیہ میں با میم میں اشمام نہ ہونے کو فرمایا تو یہ نہ ہونا دشواری کی وجہ سے غیر معمول بہا ہونے کے معنی میں ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی قانونی رکاوٹ ہے اور وجہ اس استثناء کی یہ ہے کہ ادائے با میم میں ہونٹ بند ہوتے ہیں اور اشمام کیلئے انہی ہونٹوں کو کھول کر فوری طور پر گول کرنا ہوتا ہے جو تکلیف سے خالی نہیں اس وجہ سے یہ متروک ہے البتہ ب. م. کی بنسبت واو میں اشمام بہت ہی مشکل ہے تو اگر ب. م کے ساتھ واو کا بھی اضافہ کردیا جائے تو بہتر ہوگا

ع۱۰ چونکہ بحالت وقف تنوین ختم ہوجاتی ہے لہٰذا اگر روم کرنا ہے تو اسکی حرکت میں ہوگا جیسے قدیر پر وقف بالروم کرنا ہو تو تنوین ختم ہوجائیگی اور ضمہ کی حرکت کو ہلکا پڑھا جائیگا

فائدہ :- ہا ضمیر واحد مذکر غائب کی ضمیر کو کہتے ہیں جو کسی اسم ظاہر کی طرف اشارہ کرنے کیلئے بغرض اختصار لائی جاتی ہے۔

ع۱۱ نوٹ :- اس قسم کا عدم جواز عرفی ہے نہ کہ شرعی

⑦ ہائے ضمیر میں روم واشمام بھی جائز ہے[11] لیکن بحالت روم صلہ نہ ہوگا جیسے رسولہ وغیرہ[12]

---

[11] عبارت میں لفظ "بھی جائز ہے" سے اسطرف اشارہ ہیکہ وقف بالاسکان تو اصلیت کی وجہ سے ہوتا ہی ہے اسکے علاوہ یہ دونوں بھی جائز ہے

اب رہا مسئلہ روم واشمام کے جواز اور عدم جواز کا تو اولاً سمجھیں کہ ہا ضمیر کا وقوع قرآن کریم میں اسکے ماقبل کے لحاظ سے سات طرح ہوا ہے ان سب میں اسکان کے علاوہ روم واشمام کے جواز میں تین قول ہیں

① مطلقاً جائز ② مطلقاً غیر جائز ③ تفصیل یہاں بخوف طوالت صرف مراجع کی نشان دہی پر اکتفا کیا جاتا ہے بوقت ضرورت وہیں ملاحظہ فرمائیں

① النشر صفحہ ۱۲۴ ج ۲ ② نہایت القول المفید صفحہ ۲۸۶ ③ الجواہر النقیہ صفحہ ۲۹۰ معارف التجوید مع رسم القرآن المجید صفحہ ۱۵۷

ہا ضمیر پر روم واشمام کے جواز و عدم جواز کے متعلق قراء کرام کی مختلف آراء ہیں مگر اکثریت جواز کے قائل ہے مصنف علیہ الرحمہ نے اسپر اعتماد کرتے ہوئے مطلقاً جواز کو اختیار فرمایا ہے۔

[12] ہاء ضمیر میں پوشیدگی کی صلاحیت کی وجہ سے وصلاً صلہ کیا جاتا ہے تاکہ پوشیدگی ختم ہوکر خوب ظاہر ہو صلہ کی تعریف ہاء ضمیر کے ضمہ و کسرہ کو اتنا کھینچنا کہ واو مدہ یا یا مدہ بن جائے جسکے لئے شرط یہ ہیکہ اسکا ماقبل و مابعد متحرک ہو۔

مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت بحالت روم صلہ نہ ہوگا جس سے معلوم ہوا کہ اسکان

اور اشمام کی حالت میں تو صلہ کا سوال ہی نہیں کیونکہ اسکان و اشمام اسمیں مشترک ہیں کہ حرف موقوف علیہ کو ساکن کیا جاتا ہے اور جب ہا ضمیر پر بوجہ ساکن ہو جانے کے اور صلہ تو حرکت کے کھینچنے کا نام ہے جب حرکت ہی نہیں تو صلہ کیسے ہوگا لہذا اسکان و اشمام میں تو صلہ کرنا چاہیں تو بھی نہ ہوگا کیونکہ صلہ حرکت کے دوگنا کرنے کو کہتے ہیں اور اشمام و اسکان کی حالت میں حرف موقوف علیہ ساکن ہونے کی وجہ سے حرکت ہی نہ رہی تو صلہ کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا

سوال :۔ اگر حرکت نہ ہونے کی وجہ سے صلہ نہیں ہوتا تو وقف بالروم میں تو حرکت پڑھی جاتی ہے پھر اسمیں صلہ کیوں نہیں ہوتا ؟

یہ صحیح ہے کہ روم میں حرکت باقی رہتی ہے مگر صلہ تو حرکت کو مکمل ادا کرکے کھینچنے کو کہتے ہیں اور روم میں تو موقوف علیہ کی حرکت (مثال میں ہائے ضمیر) ہی کو ہلکا اور ناقص ادا کیا جاتا ہے پھر دراز کرنے (صلہ) کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا بحالت روم صلہ نہ ہوگا نیز شرط صلہ یہ ہے کہ ماقبل کے متحرک ہونے کے ساتھ مابعد بھی متحرک ہو اور رسولہ میں ہائے ضمیر کے بعد کوئی حرف ہی نہیں ہے تو صلہ کیسے ہوگا . ؟

روم کی وہ تعریف کہ موقوف علیہ کی حرکت کا ایک تہائی حصہ ادا کیا جائے کی بنیاد پر جب روم حرکت کی تنقیص کا نام ہوا اور صلہ تو حرکت کے اشباع کا نام ہے لہذا بحالت روم صلہ نہ ہوگا .

تنبیہ : یہیں سے معلوم ہو گیا کہ لانعہ اجنبہ کی ہائے ضمیر میں صلہ نہ ہوگا اول میں مابعد کے ساکن ہونے کی وجہ سے اور ثانی میں ماقبل کے سکون کی وجہ سے چنانچہ ہمارے ہندوستانی مصاحف میں لانعہ پر جو علامت صلہ (کھڑی زیر بنی ہوتی ہے) وہ غلط ہے .

(۸) تائے تانیث میں بھی روم و اشمام جائز ہے مثلاً اذا جاءك المؤمنات وغیرہ

(۹) حرف موقوف علیہ ہائے تانیث واقع ہو مثلاً نعمۃ وغیرہ تو اسمیں وقف بالابدال ہوگا[۱۲]

(۱۰) حرف موقوف علیہ منصوب منون واقع ہو مثلاً جفاءً او غیرہ نواس صورت میں بھی وقف بالابدال ہوگا[۱۳]

(۱۱) حرف موقوف علیہ نون یا میم واقع ہو مثلاً من دینکم وغیرہ تو اسمیں وقف بالاظہار ہی ہوگا اسی طرح کسی حرف مدغم یا مخفی پر وقف کیا گیا تو وقف بالاظہار ہی ہوگا۔

(۱۲) جو حرف مد مرسوم بوجہ اجتماع ساکنین وصلاً محذوف ہو مثلاً قلنا اهبطوا ۔ یرجوا الله ۔ یوتی الحکمۃ وغیرہ اسپر وقف بالاثبات ہوگا[۱۴]

---

[۱۲] تائے مجرورہ اور تائے مدورہ میں فرق یہ ہے کہ تائے مجرورہ وقفاً باقی رہتی ہے لہذا اسکی حرکت میں روم و اشمام جائز ہوگا بخلاف تائے مدورہ کے وہ وقفاً ہائے ساکنہ سے بدل جاتی ہے لہذا حرکت کے باقی نہ رہنے کی وجہ سے روم و اشمام جائز نہ ہوگا بلکہ صرف ابدال ہی ہوگا

[۱۳] یعنی زبر کی تنوین وقفاً الف سے بدل جائیگی اور جفاء الف کے ساتھ وقف ہوگا

[۱۴] حکم نمبر ۱۱-۱۲ ملاحظہ ہو "کیفیت وقف بلحاظ اصل"

(۱۳) جو حرف مد مقروبوجہ تماثل غیر مرسوم ہو اسپر وقف بالاثبات ہوگا مثلاً
تراءا الجمعان کے پہلے کلمہ پر وقف کیا گیا تو اثبات الف کے ساتھ تراءا ہوگا

(۱۴) جو الف مرسوم وصلاً محذوف ہو جیسے وانا اوّل المسلمین اور السبیلا
وغیرہ اسپر وقف بالاثبات ہوگا[ع۱۵]

(۱۵) وقف رسم قرآنی کے موافق کرنا چاہئے مثلاً آتانِ الکتاب میں آتانی پر
اور آتان سے اللہ میں لفظ آتان پر وقف موافق رسم ہوگا لیکن مثل
وَلِیِّ اللہ کی یائے ثانیہ پر سکون یا کے ساتھ وقف موافق وصل ہوگا۔[ع۱۶]

---

۱۵ مقرو یعنی قراءۃً ثابت ہو اثبات الف کے ساتھ وقف اس وجہ سے ہوگا کہ تماثل فی الرسم کی وجہ سے حذف شدہ (غیر مرسوم) حکم میں مرسوم کے ہے جیسے تراءا الجمعان میں تراءا باب تفاعل سے ماضی مطلق کا صیغہ واحد غائب ہے جو اصل میں ترَاءَیَ بروزن تفاعل تھا یا متحرک ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے یا کو الف سے بدل دیا تراءا ہوگیا، اب ایک ہی کلمہ میں ایک ساتھ تین الف رسماً جمع ہوگئے اس طور پر کہ "اول" را کے بعد والا باب کا الف "ثانی" ہمزہ اگر لکھا جاتا تو بصورت الف "ثالث" الف مبدل من الیاء یوں تین الف ایک ساتھ لکھنے میں جمع ہوئے مثلاً ترااا مگر اصول مماثلت کے تحت ایک کو لکھ کر دو کو حذف کر دیا، لہذا بحالت وقف اس الف کے حکماً موجود ہونے کی وجہ سے وقف باثبات الالف ہوگا جیسے تراءا۔

ع۱۶ آتانی الکتاب میں 'ی' اصل مصحف سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ میں مرسوم ہے لہذا اتباع رسم میں وصل کی طرح وقفاً بھی یا ثابت رہیگی اور وقفاً آتانی پڑھا جائیگا اور فما آتان سے اللہ" جو کہ سورۃ نمل میں ہے اسمیں اصل مصحف عثمانی میں 'یا' محذوف الرسم ہے البتہ متاخرین نے سہولت کے خاطر ایک چھوٹی ولمبی "ے" کو اس حذف کردہ یا کی جگہ بطور علامت وضع کیا تو چونکہ یا محذوف الرسم ہے لہذا اتباع رسم میں وقفاً بھی محذوف رہیگی یعنی آتان بغیر 'یا' وقف ہوگا۔

(۱۶) وقف بالتشدید میں دیر دو حرف کی ہوگی مثلاً عدوٌّ اور سویٌّ وغیرہ [ع۱۶]

(۱۷) وقف بالتشدید میں روم واشمام بھی جائز ہے گرچہ منون ہو مثلاً دُرِّیٌّ وغیرہ [ع۱۷]

(۱۸) حرف موقوف علیہ نون یا میم مشدد ہو تو ایک الف کے برابر غنہ ہوگا گرچہ روم واشمام کیا جائے جیسے جانٌّ وغیرہ [ع۱۹]

حاشیہ صفحہ گذشتہ

البتہ یہ ذہن نشین رہے کہ اس آتان سے اللہ پر وقف موافق وصل (آتانی یا کے ساتھ) بھی جائز ہے بخلاف وفی آتانِ اللہ کے اسمہ وقف موافق وصل (یعنی باثبات الیاء الثانیہ) ہی ہوگا وقف موافق رسم (یعنی بحذف الیاء الثانیہ یہ اسلئے کہ یائے ثانیہ تماثل فی الرسم کی بنا پر محذوف ہونے کی وجہ سے حکماً مرسوم ہے اسکے برخلاف آتان سے اللہ کی یا رسماً محذوف ہے لہٰذا وقف موافق رسم (یعنی بحذف الیا) ہوگا مگر چونکہ یاء مذکورہ (بروایت حفص) وصلاً فتح کے ساتھ مقروء ہے اسکی رعایت میں وقف موافق وصل (باثبات الیاء) بھی جائز ہے

[ع۱۷] حکم نمبر ۱۶ کی تفصیل کیفیتِ وقف بلحاظ اصل میں ملاحظہ ہو

تنبیہ :۔ اسکی ادا مشکل ہونے کی وجہ سے مشق کی خاص ضرورت ہے ۔

[ع۱۸] وجہ اسکی ظاہر ہے کہ حرف موقوف علیہ اگرچہ مشدد ہو مگر اسپر ضمہ یا کسرہ اصلی ہے تو روم واشمام ہوگا البتہ مشدد ہونے کی وجہ سے تاخیر تشدید کے بعد ہی روم واشمام ہوگا اور بحالت روم تنوین نہ پڑھی جائیگی بلکہ اسکی حرکت میں روم ہوگا

[ع۱۹] اسکو بھی اوپر کی تقریر سے سمجھا جا سکتا ہے البتہ مذکورہ مثال میں تشدید کی ادائیگی ایک الف کے برابر غنہ کرنے سے ہوگی اور غنہ مد لازم کے طول کے بعد ہوگا اور اگر حرف مد نہ ہو جیسے مثلھنّ وغیرہ تو صرف ایک الف کے برابر غنہ کیا جائے جو حق تشدید ہے

تنبیہ :۔ نون یا میم ساکن پر وقف کرتے ہوئے زائد غنہ سے احتراز کرنا چاہیئے[20] لیکن اگر نون یا میم مشدد پر وقف کیا جائے تو غنہ ایک الف کے برابر ہوگا

(۱۹) حرف موقوف علیہ کے ماقبل سکون اصلی ہو تو بجائے وقف بالاسکان کرنے کے وقف بالروم کرنا بہتر ہے تاکہ سکون اصلی تام ادا ہو

تنبیہ :۔ اسکا بہت خیال رکھنا چاہیئے کہ سکون وقفی کی وجہ سے ماقبل کا حرف ساکن متحرک نہ ہوجائے جیسے وَاسْتَغْفِرْهُ کی بجائے وَاسْتَغْفِرُهْ[21]

---

[20] اسمیں عام ابتلاء ہے کہ نستعین علیہم جیسی مثالوں میں میم مخفقہ پر زائد غنہ سنا جاتا ہے چونکہ نون اور میم میں غنہ آنی ہے جو کہ صفت لازمہ ہے جو نون اور میم مخففہ کے ادا کرتے وقت قدرتی اور لازمی طور پر ادا ہو جاتا ہے لیکن اسکو ادا کرنے میں اس قدر مبالغہ کیا جاتا ہے کہ غنہ بجائے آنی کے زمانی ہو جاتا ہے جو لحن خفی ہے اسی ابتلاء عام کی وجہ سے خصوصاً اسطرف متوجہ فرمایا۔

نوٹ :۔ مگر بعض مرتبہ اس زائد غنہ سے احتراز کی رعایت میں لازمی غنہ بھی ختم ہو جاتا ہے جسکے نتیجہ میں نون بدل کر مشابہ دال اور میم مشابہ با کے ہو جاتے ہیں جو اول غلطی سے بھی قبیح ہے کیونکہ یہ لحن جلی ہے۔

[21] اگر حرف موقوف علیہ کا ماقبل ساکن ہو جیسے سَبِّحْهُ ! وَاسْتَغْفِرْهُ للخسر تو وقف بالاسکان کرنے میں قاری کو ایک پریشانی یہ پیش آتی ہے کہ ماقبل کے سکون میں حرکت کی بو آجاتی ہے یا حرف موقوف علیہ کے حذف ہوجانیکا اندیشہ رہتا ہے جو لحن ہے ایسے مواقع میں بجائے وقف بالاسکان کے بالروم کرنا چاہیئے جسکی وجہ سے حرف موقوف علیہ کے ماقبل کا سکون کامل ادا ہوگا۔

(۲۰) حروف قطب جد کے کسی بھی حرف پر وقف کیا جائے تو سکون وقفی میں قلقلہ کی ٹوٹتی ہوئی آواز خوب ظاہر کرنا چاہئے جیسے فلق [۲۲]

(۲۱) بحالت وقف حروف قلقلہ مشددہ کا قلقلہ تشدید کی تاخیر کے بعد ظاہر ہوگا جیسے رسولہ۔ احق۔ وغیرہ [۲۳]

تنبیہ :۔ جو قواعد تجوید کیفیت وقف سے متعلق ہیں یہاں صرف وہی بیان کئے جائینگے

حاشیہ صفحہ گذشتہ

جسکی وجہ یہ ہیکہ روم میں جب حرف موقوف علیہ کی حرکت کو ہلکا پڑھا جائیگا تو حرف موقوف علیہ کی صیانت بھی ہوگی اور اس سے ماقبل کا سکون بھی تام ادا ہوگا۔

فائدہ :۔ مذکورہ تشریح سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اسکان کی طرح اشمام بھی نہ کرنا چاہئے ورنہ انہی مشکلات کا سامنا ہوگا اس وجہ سے کہ اشمام میں بھی حرف موقوف علیہ کو ساکن کیا جاتا ہے

[۲۲] تاکید قلقلہ کی وجہ :۔ چونکہ حروف قلقلہ میں وجہ قلقلہ صفت جہر اور شدت ہے اور جہر نام ہے آواز کے بلند ہونیکا لہذا قلقلہ کی آواز بلند ہونی چاہئے چنانچہ صاحب نہایہ فرماتے ہیں "ادنی الجہر فہو اسماع غیرہ لا اسماع نفسہ" اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے اتنا قلقلہ کیا کہ خود سن سکے دوسرے کو نہ سنائی دے تو اس نے قلقلہ ہی ادا نہیں کیا اسی کو محقق کبیر علامہ جزری علیہ الرحمہ اپنے مقدمہ میں اسطرح فرماتے ہیں۔ وبینن مقلقلا ان سکنا وان یکن فی الوقف کان ابینا اسی وجہ سے مصنف نے "خوب ظاہر کرنا چاہئے فرمایا"

[۲۳] حکم تو ظاہر ہے کہ باقی تشدید (جوکہ دو حرف ہیں) کی رعایت میں زبان قاف کے مخرج دو حرف کی تاخیر کے بقدر لگی رہیگی پھر قاف موقوف کے سکون کی وجہ سے ٹوٹتی ہوئی آواز آئیگی لہذا عملاً بعد تاخیر کے ٹوٹتی ہوئی آواز آنی چاہئے جیسے وتواصوا بالحق۔ وتبّ

(۲۲) جو را بوجہ وقف ساکن ہو یا پہلے سے ساکن ہو وہ بحالت وقف پُر ہوگی بشرطیکہ ماقبل زیر یا یاء ساکنہ نہ ہو جیسے لیلۃ القدر وغیرہ [۲۴]

(۲۳) رائے مشددہ موقوفہ پر پڑھی جائیگی بشرطیکہ ماقبل زیر نہ ہو جیسے مستقرٌ وغیرہ

(۲۴) رائے موقوفہ بالروم بھی پُر ہوگی بشرطیکہ را خود مکسور نہ ہو جیسے قدیرٌ وغیرہ [۲۵]

(۲۵) رائے موقوفہ بالاشمام پر اور باریک پڑھی جانے میں وقف بالاسکان کے حکم میں ہے [۲۶]

---

[۲۴] حکم نمبر ۲۲۔۲۳ کا تعلق وقف بالاسکان واشمام سے ہے اسلئے اسکان واشمام ہی میں را ساکن ہونے کی وجہ سے ماقبل کے تابع ہوتی ہے اور رائے مشددہ موقوفہ کے تین احوال ہیں اگر ماقبل مفتوح یا مضموم ہو تو پر ہوگی جیسے مستقر الحر بالحر اور مکسور میں باریک ہوگی جیسے ینفرُّ فائدہ:۔ اوپر کے حکم میں راء ساکن کا پُر پڑھا جانا دو شرطوں پر موقوف تھا اوّل کسرہ دوم یاء ساکنہ کے نہ ہونے پر مگر راء مشددہ کا پُر پڑھا جانا صرف کسرہ نہ ہونے پر موقوف قرار دیا کیونکہ راء مشددہ سے قبل یاء ساکنہ نہیں ہوتی۔

[۲۵] جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ راء موقوفہ بالروم (جس را پر وقف بالروم کیا جائے) میں چونکہ حرکت پڑھی جاتی ہے اور راء متحرک ہی رہتی ہے لہذا وہ را متحرک کی طرح اپنی حرکت کے تابع ہوگی جس سے معلوم ہوا کہ اسکے ماقبل کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

[۲۶] چونکہ حرف موقوف علیہ اسکان واشمام دونوں ہی میں ساکن ہو جاتا ہے لہذا جس طرح راء موقوفہ بالاسکان کی تفخیم وترقیق راء کے ساکن ہونے کی وجہ سے ماقبل کے تابع ہوتی ہے اسی طرح اشمام میں بھی را کی تفخیم وترقیق ماقبل کے تابع ہوگی مثلاً مستقرٌ پر وقف بالاسکان کیا جائے تو را ساکن ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے پُر ہوگی اسی طرح اگر اسپر وقف بالاشمام کیا جائے تب بھی را ساکن ہوگی۔

عے۲۷
فائدہ:۔ لفظ فرق پر ٹھیرنے سے را باریک پڑھنا بھی جائز ہے لیکن پُر پڑھنا اولیٰ۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ

اب اسکا ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے پُر ہوگی اور قد یئِّر پہ اسکان یا اشمام کرنے سے را ساکن ہوگی اب ماقبل یا ساکن ہے لہذا باریک ہوگی جس سے معلوم ہوا کہ وقف بالروم کیا جائے تو ان دونوں را پر ضمہ ہے اور روم میں وہ ضمہ پڑھا جاتا ہے (را ساکن نہیں ہوگی) لہذا پُر ہوگی۔

۲۷ سورۂ شعرا میں لفظ کل فرقٍ کالطود العظیم میں بحالت وصل دو وجہیں جائز ہیں ترقیق و تفخیم جسمیں ترقیق اولیٰ ہے جسکا مسئلہ کتب تجوید میں مفصل مذکور ہے لیکن جیسا کہ آگے تنبیہ کے تحت گذرا کہ اس کتاب میں وہی مسائل تجوید بیان ہونگے جو کیفیت وقف سے متعلق ہوں منجملہ ان کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ جب اس لفظ فرقٍ پر وقف کر دیا جائے تو قاف ساکن ہو جائیگا جسکی وجہ سے ترقیق را کی علت بین الکسرتین ہونا باقی نہ رہیگی تو بظاہر اس را میں صرف تفخیم رہنی چاہئے اسی ظاہری مغالطہ کو دور کرتے ہوئے مصنف علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ بحالت وقف بھی دونوں وجہیں تفخیم و ترقیق صحیح ہیں جسمیں تفخیم کی وجہ را ساکن کے بعد حرف مستعلیہ متصلہ کا موجود ہونا ہے البتہ ترقیق کے متعلق صاحب نہایہ مرعشی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ وقفاً "ق" کا سکون عارضی ہے اور کسرہ اصلی ہے لہٰذا اب وقف کے بعد بھی اس را کی اصلی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے اور سکون عارضی کو کالعدم قرار دیتے ہوئے ترقیق ہوگی

دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جن حضرات نے تفخیم کے چار ہی مراتب بیان فرمائے ہیں انکے یہاں حرف مفخمہ ساکن کی تفخیم ماقبل کے تابع ہوا کرتی ہے مگر لفظ فرقٍ میں قاف موقوفہ کا ماقبل بھی ساکن ہے تو اب قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ماقبل کا ماقبل دیکھا جائے (اس وجہ سے کہ سوائے اسکے قاف کے درجہ تفخیم کو معلوم کرنے کا اور کوئی راستہ نہیں) اور وہ مکسور ہے لہذا 'ق' میں

(۲۶) جو حروف ہمیشہ پُر پڑھے جاتے ہیں انکو وقف میں بھی پُر ہی پڑھنا چاہئے جیسے علیہا حافظ وغیرہ [ع۲۸]

(۲۷) جو صفات عارضہ موقوف علی الوصل ہیں انکو وقف میں ادا نہ کرنا چاہئے مثلاً مد منفصل پر وقف کیا تو مد نہ کرنا چاہئے جیسے سمیتموھا انتم وغیرہ [ع۲۹]

بقیہ صفحہ گذشتہ

آخری درجہ کی تفخیم پائی جائیگی اور یہ تفخیم ماقبل میں موثر نہ ہونے کی وجہ سے ترقیق کو اولیٰ قرار دیا جا سکتا ہے۔

لیکن مصنف علیہ الرحمہ تنویر المرآت میں تحریر فرماتے ہیں "لیکن ہر جگہ بحالت وقف حرکت اصلیہ کا اعتبار جاتا نہیں" جسکی وجہ سے آپنے تفخیم کو اولیٰ قرار دیا نیز جن حضرات نے تفخیم کے مراتب خمسہ بیان فرماتے ہیں وہ ساکن میں چوتھے درجہ کی تفخیم قرار دیتے ہیں اس اعتبار سے قاف ساکن کی تفخیم (جو کہ آخری درجہ سے زائد ہے) ماقبل میں موثر ہونے کی وجہ سے تفخیم اولیٰ ہو سکتی ہے

نوٹ :۔ مذکورہ تقریر کے بعد بھی اولیٰ و غیر اولیٰ کا مدار قاری کی سہولت پر ہے

ع۲۸ چونکہ حروف مستعلیہ کی تفخیم دائمی اور استقلالی ہے لہٰذا وقفاً وصلاً متحرک ہوں یا ساکن ہر حال میں مفخم ہونگے لیکن چونکہ حروف مستعلیہ موقوفہ پر غلطی ہونے سے تفخیم ختم ہو جاتی ہے اسلئے اسکو خصوصیت سے بیان کیا

ع۲۹ جو صفات عارضہ موقوف علی الوصل ہیں منجملہ انکے اخفاء ادغام سکتہ اور مد منفصل ہیں چونکہ ان صفات کا سبب وصل ہے لہٰذا یہ وصلاً ہی ادا ہو سکیگی یعنی بحالت وقف سبب (وصل) کے موجود نہ رہنے کی وجہ سے یہ صفات باقی نہ رہیگی اسلئے وقفاً بجائے ادغام و اخفا اظہار ہوگا اور مد منفصل میں بجائے مد کے قصر ہوگا اور بجائے سکتہ ترک سکتہ

تنبیہ:۔ حرف مد پر وقف کرتے وقت اسکا خیال رکھنا چاہئے کہ حرف مد کے ادا میں نہ کمی واقع ہو نہ زیادتی اور نہ حرف مد کے بعد ہمزہ یا ہا کی آواز پیدا ہونے پائے ورنہ لحن جلی ہو جائیگی۔ ع۳۰

ع۳۰
اس تنبیہ کے تحت حرف مد پر وقفاً ہونے والی کئی غلطیوں کا بیان ہے اور اسمیں ابتلاء عام کا مشاہدہ ہے مثلاً فترضٰی ان علینا میں فترضٰی پر وقف کیا جائے اسطرح موسٰی۔ عیسٰی۔ افواجا وغیرہ میں حرف موقوف علیہ حرف مد ہے جسکے بعد سبب مد نہیں ہے لہذا اسمیں حرف قصر یعنی ایک الف کے بقدر مد ہوگا اب اگر اسمیں کمی ہوگئی تو چونکہ ایک الف مد سے تو حرف مد کی ذات کا وجود ہوتا ہے لہذا اسمیں کمی ذات میں کمی یا ذات کے معدوم ہونیکا سبب ہے اور دونوں قسم کی کمی یہ ذات کے تغیر کا باعث ہونیکی وجہ سے لحن جلی ہے جو حرام ہے۔

رہا مسئلہ زیادتی کا تو بنسبت اوّل کے ثانی میں ابتلا ء زیادہ ہے کہ اچھے خاصے تجوید پڑھے ہوئے لوگ بھی اسمیں بکثرت مبتلا ہیں مثلاً قل ھو اللہ احد میں اللہ پر اور تراباً تواباً جیسی مثالوں میں وقفاً دو تین الف تک مد سنا جاتا ہے جو ناواقفیت کی علامت ہے۔

اب حرف مد میں بلا سبب کے ایک الف سے زائد مد کرنا بھی غلط ہے لیکن چونکہ اس سے حرف مد کی ذات میں کوئی تغیر نہیں ہوتا اسلئے ایسی غلطی لحن خفی ہے اور بقول حضرت تھانویؒ اس قسم کی غلطیاں اسلئے ہوتی ہیں کہ لغۃً خوشنما معلوم ہوتا ہے مگر بقول صاحب فوائد مکیہ کہ بچنا اس سے بھی ضروری ہے اسطرح حرف مد کے بعد ہمزہ پیدا کرنا یعنی حرف مد جو کہ بلا جھٹکے ادا ہوتا ہے اسمیں جھٹکا دینا ایک حرف ہمزہ کا اضافہ کرنا ہے نیز اخیر میں ہا پیدا کرنا یہ دونوں غلطیاں بھی کثیر الوقوع ہیں جن سے قرآن شریف میں ایک حرف کی زیادتی لازم آتی ہے جو لحن جلی ہے اور حرام ہے۔

(۲۸) حرف موقوف علیہ مفتوح سے پہلے حرف مد واقع ہو مثلاً **العالمین**
وغیرہ تو اسمیں طول توسط اور قصر تینوں وجہیں جائز ہیں ع۳۱

فائدہ :- حرف مد کے بعد سکون وقفی واقع ہو اسکو مد عارض کہتے ہیں۔

(۲۹) حرف موقوف علیہ مکسور سے پہلے حرف مد واقع ہو مثلاً الرحیم وغیرہ اسمیں
طول توسط قصر مع الاسکان اور قصر مع الروم چار وجہیں جائز ہیں ع۳۲

بقیہ صفحہ گذشتہ —

تنبیہ :- ماقبل سے معلوم ہوا کہ حرف مد میں زیادتی واقع ہونے کو قراء کرام نے لحن خفی کہا ہے لہذا مصنف کا فرمان "ورنہ لحن جلی ہوجائیگی" کا تعلق مذکورہ صور اربعہ میں سے تین کے ساتھ رہیگا

ع۳۱ اولاً یہ سمجھیں کہ متن میں حرف موقوف علیہ کے لئے مفتوح کی قید لگائی جس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ اسپر حرف وقف بالاسکان ہوگا جسکی وجہ سے حرف موقوف علیہ ساکن ہوجائیگا اور اسکے سکون کو سکون وقفی کہتے ہیں اور سکون وقفی سے قبل حرف مد ہے لہذا مد عارض ہوگا جسمیں طول توسط قصر تین وجہیں جائز ہیں جسکو اصطلاح میں طول توسط قصر مع الاسکان کہتے ہیں معلوم ہوا کہ العالمین جیسی مثالوں کو وقفاً تین طرح پڑھ سکتے ہیں مگر بلا ضرورت تینوں کو جمع کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اسمیں سے کوئی ایک مقرر ہوگی

فائدہ :- حرف موقوف علیہ پر اقسام وقوف میں جسقدر اضافہ ہوتا چلا جائیگا اوجہ مد میں بھی اضافہ ہوگا

ع۳۲ اسلئے کہ حرف مکسور دو طرح سے وقف ہوسکتا ہے بالاسکان اور بالروم اور جب ایک وقف میں تین وجہیں ہوں تو عقلاً دو وقف میں چھ ہونگی مگر اسمیں سے مذکورہ چار وجہیں جائز ہیں اور بقیہ دو وجہیں طول توسط مع الروم جائز نہیں ہے کیونکہ وقف بالروم میں حرف موقوف علیہ کو ساکن نہیں کیا جاتا بلکہ اسکو متحرک ہی باقی رکھتے ہیں (گو حرکت کو پست آواز سے پڑھتے ہیں) لہذا اب یا مدہ کے بعد بحالت روم وہ سکون نہیں جو توسط و طول کا سبب تھا لہذا یہ دو وجہیں پڑھنا جائز نہ ہوگا۔

(۳۰) حرف موقوف علیہ مضموم سے پہلے حرف مد واقع ہو مثلاً نستعین وغیرہ اسمیں طول توسط قصر مع الاسکان طول توسط قصر مع الاشمام اور قصر مع الروم سات وجہیں جائز ہیں [۳۳]

(۳۱) مد متصل وقفی میں توسط کے علاوہ بوجہ سکون عارض طول بھی جائز ہے لیکن قصر جائز نہیں اور مد عارض کا توسط بہتر نہیں مثلاً یشاء وغیرہ [۳۴]

---

[۳۳] کیونکہ حرف موقوف مضموم پر تین طرح وقف ہوسکتا ہے بالاسکان - بالاشمام - بالروم جب دو وقف سے عقلاً چھ وجہیں نکلی تو تین وقف سے نو کا نکلنا بدیہی ہے پھر چونکہ اسکان کی طرح اشمام میں بھی حرف موقوف علیہ ساکن ہو جاتا ہے تو دونوں پر مد عارض ہوگا اور مد عارض میں طول توسط قصر تینوں وجہیں جائز ہیں لہذا تین اسکان سے اور تین اشمام سے اسطرح چھ وجہیں ہوئیں اب جیساکہ ماقبل سے معلوم ہوا کہ بحالت روم مد اصلی ہوگا جسمیں صرف قصر ہے لہذا صرف ایک وجہ قصر مع الروم جائز ہوگی اسطرح نو میں سے سات وجہیں جائز اور توسط و طول مع الروم ناجائز

[۳۴] اس حکم کو سمجھنے کیلئے اولاً کچھ مفید مقدمات ملاحظہ ہوں.

(۱) مد متصل وقفی سے مراد وہ مد متصل ہے جس پر وقف کیا جائے مثل یشاء .

(۲) اسمیں بیک وقت مد کے دو سبب جمع ہوتے ہیں ہمزہ سکون عارض.

(۳) مد متصل قوی ہے مد عارض سے .

(۴) ضعیف کو قوی پر ترجیح دینا جائز نہیں.

(۵) یہ حکم وقف بالاسکان یا بالاشمام سے متعلق ہے نہ کہ روم سے

اب سمجھئے کہ یشاء پر وقف کرنے سے سکون عارض کی وجہ سے مد متصل کے ساتھ

بقیہ صفحہ گذشتہ

مدعارض بھی ہوگا اور مد متصل میں بروایت حفص بطریق شاطبیہ صرف توسط ہے اور مدعارض میں طول توسط قصر تینوں وجہیں جائز ہیں لہذا مد متصل کا توسط اور مدعارض کی وجوہ ثلثہ اسطرح مجموعی طور پہ چار وجوہ نکلتی ہیں اب سوال یہ ہیکہ تلاوت کے وقت انمیں سے کسکو پڑھا جاتے

وجوہ جائزہ و غیر جائزہ :۔ اسکے لئے کتاب کی عبارت میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان وجوہ مذکورہ میں سے قصر جائز نہیں کیونکہ مد متصل میں قصر ہے نہیں لہذا مدعارض کی وجہ سے مد متصل کا اہمال لازم آئیگا اور وہ غیر صحیح ہے جیساکہ مقدمہ نمبر ۴/۲ سے معلوم ہوتا ہے

مدعارض کا توسط :۔ یہ جائز ہے کیونکہ توسط مد متصل میں بھی ہے البتہ مدعارض کا توسط بہتر نہیں اسلئے کہ مد متصل قوی ہے مدعارض سے اور گو توسط میں دونوں مشترک ہیں مگر متصل کا توسط اپنی قوت کی وجہ سے مدعارض کے توسط سے لمبا ہوگا اور چونکہ مد متصل کے توسط کی آخری مقدار (جو کہ چار الف ہے) مدعارض کا توسط کرنے سے ادا نہ ہوگی لہذا عارض کا توسط غیر اولیٰ ہے برخلاف متصل کا توسط ادا کرنے سے عارض کا توسط بھی ادا ہو جاتا ہے نیز اسمیں ضعیف کی ترجیح قوی پر لازم بھی نہیں آتی لہذا یہ اولیٰ ہے اب رہا مدعارض کا طول تو یہ جائز ہے البتہ اسپر بظاہر اشکال یہ ہیکہ طول کرنے میں عارض کی متصل پر ترجیح لازم آتی ہے تو اسکے جواب کیلئے خود مصنف رحؒ کی وہ تقریر جو تنویر المرآت میں فرمائی ہے نقل کرنا انسب معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ نفس سکون بنسبت ہمزہ کے سبب ثقیل اور مد کیلئے سبب قوی ہے اسلئے نفس سکون کا (قطع نظر اسکے عارضی ہونے سے) اعتبار کرنے کی صورت میں سبب ضعیف یعنی ہمزہ کا عدم اعتبار جائز ہے

لیکن مختلف وجوہ کے اجتماع کے وقت اصول یہ ہیکہ عمل کیلئے وجہ قوی کو ترجیح دی جائے لہذا مسئلہ مذکور میں وجوہ اربعہ سے قوی وجہ مد متصل کا توسط ہے اس اعتبار سے کہ اسکا سبب ہمزہ ہے جو کہ سبب اصلی ہے اور سکون گو سبب قوی ہے مگر جبکہ اصلی ہو (اور یہاں سکون

(۳۲) مد متصل میں بحالت روم صرف توسط ہی ہوگا طول اور قصر مع الروم جائز نہیں[۳۵]

(۳۲) مد لازم وقفی میں سکون وقفی کی وجہ سے بھی طول ہو سکتا ہے لیکن مد لازم کا طول اولیٰ ہے مثلاً صَوَآفَّ وغیرہ[۳۶]

بقیہ صفحہ گزشتہ —

اصلی نہیں) یہاں اجتماع سبب عارض سکون اور سبب اصلی ہمزہ کا ہو رہا ہے اور اس صورت میں ترجیح سبب اصلی ہی کو دی جائیگی لہذا مد متصل کا توسط اولیٰ ہوگا نیز اجتماع سببین کے وقت سکون عارضی کی حیثیت عارضی کو ختم کر کے سبب اصلی پر ترجیح دیتے ہوئے طول کو بہتر قرار دینا صحیح نہ ہوگا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ مد متصل وقفی میں قصر جائز نہیں نیز مد عارض کا طول و توسط جائز ہے مگر مد متصل کا توسط اولیٰ ہے۔

[۳۵] وجہ اسکی یہ ہے کہ مد متصل کا ہمزہ (جو کہ سبب مد ہے) بہر کیف باقی رہتا ہے جبکہ قصر سبب کے نہ ہونے پر موقوف ہے لہذا قصر جائز نہیں اسی طرح طول موقوف ہے سکون پر اور بحالت روم حرف موقوف علیہ ساکن نہیں ہوتا لہذا طول بھی جائز نہیں

[۳۶] جس مد لازم پر وقف کیا جائے اسکو مد لازم وقفی کہتے ہیں جیسے صوآفّ جات متن کی عبارت کو اسطرح سمجھیں کہ مد لازم وقفی میں اولاً تو مد کے دو سبب سکون مشدد اور سکون عارض وقفی جمع ہوتے اور دونوں سبب طول ہیں لہذا دونوں کی وجہ سے ایسی مثال میں طول ہوگا البتہ سکون مشدد سکون عارض کی بنسبت زیادہ قوی ہے لہذا مقدار طول میں بھی فرق ہوگا اسی کو متن میں فرمایا کہ دونوں طرح طول ہے لیکن لازم کا طول اولیٰ ہے تاکہ قوی کو ضعیف پر ترجیح رہے۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مد لازم وقفی میں سکون عارض کی وجہ سے طول کے علاوہ عقلاً قصر و توسط بھی ہونا چاہئے مگر دونوں جائز نہیں جسکی وجہ سے صاف ہے کہ بحالت قصر و توسط

(۲۴) حرف موقوف علیہ سے پہلے حرف لین واقع ہو مثلاً دای العین اسمیں طول توسط قصر تینوں وجہیں جائز ہیں لیکن قصر اولیٰ ہے [ع ۳۷]

فائدہ :- حرف لین کے بعد سکون وقفی واقع ہو تو اسکو مدلین عارض کہتے ہیں

(۲۵) مدلین عارض میں بحالت روم صرف قصر ہی ہوگا مد کرنا جائز نہیں [ع ۳۸]

تنبیہ :- مد کے وجوہ مذکورہ میں سے قاری جس وجہ کو چاہے ادا کرے لیکن جس وجہ کو اختیار کرے آخر تک باقی رکھے سب وجہوں کو جمع کرنا یا مساوات کے خلاف پڑھنا جائز نہیں ہے [ع ۳۹]

صفحہ گذشتہ سے متعلق -

سبب اصلی (سکون مشدد) کا الغاء و عدم اعتبار لازم آئیگا جو صحیح نہیں ہے نیز سبب ضعیف کو قوی پر ترجیح لازم آئیگی اور وہ بھی جائز نہیں

[ع ۳۷] دای العین - من خوف جیسی مثالوں میں وقفاً مدلین عارض ہوتا ہے جسمیں تینوں وجوہ جائز ہیں مگر قصر اولیٰ ہے البتہ قصر کی اولویت کو جو فرمایا ہے اسکے لئے خود آپکی بیان کردہ عبارت کو نقل کر دینا کافی ہے چونکہ مدلین عارض میں محل مد (حرف لین) اور سبب مد (سکون عارض) دونوں ضعیف ہیں اس وجہ سے قصر اولیٰ ہے۔

[ع ۳۸] چونکہ روم کی وجہ سے حرف موقوف علیہ ساکن نہیں ہوتا لہذا سبب کے نہ ہونیکی وجہ سے مد (توسط و طول) نہ ہوگا صرف قصر ہوگا

[ع ۳۹] اس تنبیہ کے ذریعہ ایک عام ابتلا کی نشان دہی فرمائی کہ عوام تو عوام خواص بھی باوجود تنبیہات کے اس عدم مساوات اور خلط فی الطرق میں مبتلاء ہیں جس سے احتیاط ضروری ہے مثلاً ایک قسم کے کئی مد جمع ہوں جیسے کئی مد عارض یا کئی مد متصل جمع ہوں تو وجوہ ملدور مقادر کے

سوالات :- (۱) وقف بالاظہار اور وقف بالاثبات کی تعریف بیان کرو

(۲) وقف بالتشدید میں روم یا اشمام جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) لنجیی پر وقف موافق رسم ہوگا یا موافق وصل

(۴) رامشددہ پر وقف کیا جائے تو راپُر ہوگی یا باریک

(۵) مدمتصل وقفی اور مدلازم وقفی کی تعریف بیان کرو ۔

بقیہ صفحہ گذشتہ —

مابین مساوات ضروری ہے یعنی اوّل مدجسقدر کیا ہو اخیر تک اس مقدار پر عمل کیا جائے یہ نہ ہو کہ کہیں طول کہیں توسط یا کہیں دو الف توسط تو کہیں تین الف وغیرہ تو اسکو اصطلاح میں خلط کہتے ہیں جو اگرچہ حرام یا مکروہ نہیں ہے تاہم غیر مناسب ہے

چنانچہ شیخ نویریؒ دُرہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ طرق میں خلط و ترکیب حرام یا مکروہ یا عیب ہے اور علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اسمیں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ جب بھی تلاوت بطور روایت کرے جیسے طالب علم استاذ کے سامنے کسی طریق کے التزام کے ساتھ پڑھے تو خلط فی الطریق ناجائز ہے کیونکہ یہ کذب فی الروایت ہے اور اہل روایت پر مسائل کو خلط وملتبس کرنا ہے

اور اگر قرأت بطور نقل وروایت کے نہ ہو بلکہ علی حسب التلاوت ہو تو خلط جائز ہے اگرچہ ائمہ قرأت کیلئے ہم اسکو بھی معیوب قرار دینگے کیونکہ انکو قرأت وروایات کے اختلاف کا صرف عالم ہی نہیں بلکہ عامل بھی ہونا ضروری ہے ورنہ عوام وخواص میں کیا فرق رہ جائیگا تاہم ایسی صورت میں خلط کو حرام یا مکروہ نہیں کہا جائیگا ۔

چھٹا سبق
محل وقف کے احکام

فائدہ :- طلباء زیر تمہید و تجزیہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں تاکہ محل وقف کا بیان (جو کہ بڑی اہمیت کا حامل ہے) سمجھنے میں سہولت رہے

فائدہ :- قرآن کریم کی تلاوت کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں

(۱) جو تلاوت کے ساتھ عربیت سے واقف ہونیکی بنا پر معانی قرآن سے پوری واقفیت رکھتے ہیں نیز انکو وہ غور و فکر بھی حاصل ہے جو ان علماء کو تھا جنہوں نے معانی کی تمام گہرائیوں کو سامنے رکھتے ہوتے محل اوقاف میں درجات قائم فرمائے اور علامات وضع فرمائیں

(۲) دوسری وہ جماعت ہے جنکو تلاوت کے ساتھ ساتھ عربیت سے واقفیت کی بنا پر معانی سے تو واقف ہے مگر وہ غور و فکر حاصل نہیں جو قسم اوّل کو تھا

(۳) وہ جماعت جنکو سوائے تلاوت کے نہ عربیت سے تعارف اور نہ معانی سے واقفیت ہے

اب ظاہر ہے کہ اول الذکر جماعت کیلئے نہ کسی محل وقف کی تعیین کی ضرورت ہے اور نہ کسی علامت وقف کی حاجت بلکہ وہ تو ان دونوں چیزوں سے کوئی واقف ہونیکی وجہ سے بذات خود متعین فرما سکتے ہیں

دوسری جماعت عربیت سے واقفیت کی وجہ سے گرچہ محل وقف تو خود ہی قائم کر سکتی ہے تاہم اس حد غور و فکر حاصل نہ ہونیکی وجہ سے تلاوت کے دوران محل وقف کی تعیین انکے لئے مشکل ہے

اور تیسری جماعت تو عربیت سے ہی ناواقف ہے علماء امت نے ان ہی دو گروہ کیلئے

(۱) وقف کرنے میں محل اوقاف کے مراتب کا لحاظ ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ باوجود وقف تام یا وقف کافی تک سانس پہونچ جانے کے وقف حسن یا وقف قبیح پر وقف کردیا جاتے [عـ۱]

فائدہ :- وقف اگر ایسی جگہ کیا ہے جہاں لفظاً و معناً تعلق منقطع ہوجاتے تو اسکو وقف تام کہتے ہیں [عـ۲]

بقیہ صفحہ گزشتہ

علامات وقف و وصل وضع فرماتے جنکے متعلق صاحب خلاصہ فرماتے ہیں ولنعم تلك الرموز لمن لاوقوف له في العربية البتہ دوسرے گروہ کیلئے (جو عربیت سے واقف ہے) اگر غلط محل پر وقف کرنے کا اندیشہ نہ ہے تو وہ ان علامات کے علاوہ پر بھی وقف و وصل کرسکتا ہے

محل وقف ۔ وقف کرنے کی جگہ ۔ اسکو جاننا بھی ضروری ہے کہ کہاں وقف صحیح اور کہاں غلط ہے

[عـ۱] اس حکم میں محل وقف کے اقسام اربعہ انکے مراتب، انکی رعایت اور طریقہ رعایت بیان فرمایا ہے اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ قاری تلاوت میں اندازہ ایسا رکھے کہ قوی کو ضعیف پر ہمیشہ ترجیح رہے اور اسکے برعکس ہونے نہ پائے۔

فائدہ :- ان اقسام وقف کو اسطرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اولاً وقف کی دو قسمیں ہیں، اختیاری ۱ ۔ پھر اختیاری کی تین قسمیں ہیں تام، کافی، حسن اور اضطراری ایک ہے ۔ قبیح

[عـ۲] کلمہ موقوف علیہ کا اپنے ما بعد سے لفظاً و معناً تعلق ہوگا یا نہیں ہوگا یا معنی ہوگا لفظاً نہیں ہوگا یا لفظاً ہوگا معناً نہیں ہوگا ۔ یہ دو قسمیں ہیں

(۱) لفظاً معنیً تعلق کے باوجود وقف کرنے سے معنوی خرابی لازم آیگی یا نہیں اگر آرہی ہے تو قبیح ہے اور اگر نہیں آرہی ہے تو حسن ہے

بقیہ صفحہ گذشتہ

(۲) اور اگر تعلق بالکل نہیں ہے تو وقف تام ہے

(۳) اور اگر معنیً تعلق ہو مگر لفظاً نہ ہو تو وقف کافی ہے

(۴) اور چوتھی صورت یعنی لفظاً تعلق ہونا اور معنیً نہ ہونا اسکا تحقق نہیں ہو سکتا اس وجہ سے کہ لفظاً تعلق کا ہونا معنی تعلق کو مستلزم ہے۔

تعلق لفظی :۔ اعرابی و ترکیبی تعلق کو اصطلاح میں لفظی تعلق کہتے ہیں مثلاً موصوف صفت شرط و جزاء مبتداء خبر مضاف مضاف الیہ وغیرہ جیسا کہ صاحب منار الہدیٰ نے چودہ[۱۴] قسم کے ازدواج کو بیان فرمایا ہے یا ابن حاجب نے اسکے علاوہ کو بھی بیان فرمایا ہے

تعلق معنوی :۔ ایک یا ایک سے زائد جماعتوں کا حال بیان ہو رہا ہے جیسے وبالاخرۃ هم یوقنون اولٰئك الخ مذکورہ دونوں آیتوں میں لفظاً تعلق نہیں ہے مگر چونکہ دونوں میں مومنین کا ہی حال بیان کیا گیا ہے لہذا معنوی تعلق باقی ہے اسی طرح من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ومن جاء بالسيئة فلا يجزى الخ مذکورہ آیت میں گو لفظاً تعلق نہیں ہے مگر چونکہ دونوں جماعتوں کا حال بیان کرنا مقصود ہے اس اعتبار سے انمیں معنوی تعلق موجود ہے۔

وقف تام :۔ اب اسکے بعد یہ سمجھیں کہ وقف تام میں دونوں قسم کے تعلق ختم ہونیکی وجہ سے بات مکمل ہو جاتی ہے اسی وجہ سے اسکو وقف تام کہتے ہیں اسی وجہ سے اسپر وقف تو تام ہے ہی مگر مابعد سے ابتدا بھی تام ہے اس لئے نئی بات شروع ہو رہی ہے۔

چنانچہ صاحب نہایت القول المفید نے وقف تام کی تعریف اسطرح فرمائی کہ وقف تام وہ وقف ہے جسپر وقف تو اچھا ہو اور مابعد سے ابتدا بھی اچھی ہو مثلاً واولٰئك هم المفلحون کے اسکو اپنے مابعد سے نہ تو لفظی تعلق ہے اور نہ ہی معنوی تعلق

اور اگر صرف لفظاً تعلق منقطع ہو تو وقف کافی کہینگے ع۳
اور اگر لفظاً تعلق نہ منقطع ہو تو وقف حسن کہینگے ع۴

فائدہ:۔ علماء متقدمین نے اس وقف کی عملی سہولت کے خاطر مخصوص علامت وضع فرمادی ہیں جسکا تفصیلی بیان آگے آرہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ع۳ "اگر صرف لفظاً تعلق منقطع ہو" سے یہ معلوم ہوا کہ معنی تعلق منقطع نہ ہو بلکہ باقی ہو لہٰذا اب تعریف اسطرح بھی ہو سکتی ہے کہ جہاں کلمۂ موقوف کو اپنے مابعد سے تعلق معنوی ہو لفظی نہ ہو تو وقف کافی ہے لیکن چونکہ کتاب کی تعریف مختصر ہے اسلئے اسی کو یاد کرنے میں سہولت ہے

وجہ تسمیہ:۔ علامہ اشمونی فرماتے ہیں وسمی کافیا لاکتفائہ واستغنائہ عما بعدہ واستغناء ما بعدہ عنہ یعنی کلمہ موقوف علیہ اپنے معنی دینے میں مابعد سے مستغنی اور مابعد اس سے مستغنی ہے یعنی معنی ظاہر کرنے کیلئے خود ہی کافی ہو جاتا ہے لہٰذا اسکو وقف کافی کہتے ہیں

فائدہ:۔ اب جہاں تک اس وقف کے حکم کا مسئلہ ہے تو اسکا بیان آرہا ہے

ع۴ وقف حسن کی تعریف تو سہل ہے البتہ قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ نے وقف حسن کی تعریف میں صرف لفظی تعلق کو باقی رہنے کو فرمایا اور تعلق معنوی کے باقی یا ختم ہونے کے متعلق کچھ نہیں فرمایا جس سے معلوم ہو گیا کہ تعلق لفظی کے باقی رہنے کے ساتھ ساتھ معنوی باقی رہے یا ختم ہو جائے دونوں ہی کو وقف حسن کہا جائیگا

چنانچہ اس باب میں ائمہ فن کے عبارات مختلف ہیں

(1) علامہ اشمونی منار الہدیٰ کا صفحہ ۱۲ پر اقسام وقف کی وجہ حصر بیان فرماتے ہوئے تحریر

بقیہ صفحہ گذشتہ

فرماتے ہیں اولا یتصل ما بعدہ بما قبلہ معنیً ویتصل لفظا وھو الحسن مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ ماقبل سے معنوی تعلق ختم ہو جاتے اور لفظی تعلق باقی رہے۔ وہ وقف حسن ہے

(۲) صاحب خلاصۃ البیان تحریر فرماتے ہیں وان تعلق اعرابا فحسن

(۳) حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی رائی بھی آپکے ایک رسالہ معرفۃ الوقوف کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے جو حسب ذیل ہے اور وقف حسن میں چونکہ لفظی تعلق ہوتا ہے اگرچہ معنوی نہ ہو"

(۴) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وقف حسن کے متعلق تحریر فرماتے ہیں وان کان فیہ تعلق لما بعدہ لفظا ومعنیً لانہ یلزم من اللفظ تعلق المعنی اسکی وضاحت کرتے ہوتے قاری اظہار احمد مدظلہ فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ تعلق ہوگا تو معنوی بھی ضرور ہوگا کیونکہ تعلق لفظی معنوی کو مستلزم ہے

(۵) علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ وقف حسن کی تعریف یوں فرماتے ہیں

والحسن ھو الذی یحسن الوقوف علیہ ولا یحسن الابتداء بما بعدہ لتعلقہ بہ فی اللفظ والمعنی صاحب تفہیم الوقوف صفحہ ۱۶۵ پر مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "جہاں کلمہ موقوف علیہ کے ماقبل کا مابعد سے لفظی تعلق پایا جاتے اور لفظی تعلق کے ہوتے ہوئے معنوی تعلق کا ہونا لابدی ہے لیکن بایں ہمہ مفہوم کلام فی الجملہ واضح ہو جاتے اور فصل وانقطاع کلام سے معنوی قباحت لازم نہ آتے"

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ بعض حضرات تعلق لفظی لبقاء کے ساتھ تعلق معنوی کے ختم ہو جاتے تو وقف حسن کہتے ہیں۔ اور بعض حضرات تعلق لفظی کے ساتھ ساتھ لبقاء تعلق معنوی

کے بھی قائل ہیں جنمیں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے ۔

مگر یہاں تعلق معنوی کے ختم ہونے سے مراد بالکلیہ ختم ہونا نہیں ہے اس وجہ سے کہ تعلق لفظی کے بقاو کے ساتھ معنوی کا بالکلیہ ختم ہونا مقصود نہیں ہوسکتا

نیز جو حضرات بقاء تعلق معنوی کے قائل ہیں اس سے بالکلیہ بقاء مراد نہیں ہے ورنہ کلام غیر مفید ہو کر وقف قبیح ہو جائیگا یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات نے وقف حسن و قبیح کے مابین وصف امتیازی کلام کے مفید ہونے نہ ہونے کو ٹھیرایا ہے

لہذا تعلق معنوی کے انقطاع سے مراد یہ ہے کہ انقطاع اس درجہ کا ہو کہ ماقبل مابعد سے منقطع ہو کر کلام مفید رہے اور بقاء تعلق سے مراد یہ ہے کہ بقاء اس درجہ کا ہو کہ مابعد سے ابتداء کرنا صحیح نہ ہو معلوم ہوا کہ فی الجملہ انقطاع ہے اور فی الجملہ بقاء ہے ۔

چنانچہ فی الجملہ انقطاع کے سبب سے کلام مفید رہتا ہے اور فی الجملہ بقاء کی وجہ سے مابعد سے ابتداء صحیح نہیں ہوتی ہے لہذا دونوں عبارات میں کوئی تضاد نہیں رہیگا اسکی حیثیت نزاع لفظی سے زیادہ نہیں ہے ۔

واللہ اعلم ۔

اور اگر باوجود لفظاً و معنیً تعلق ہونے کے وقف کرنے میں کسی قسم کی قباحت لازم آئے تو ایسا وقف قبیح ہے عــ

عــ جیسے ان اللّٰہ لا یستحیٖ - فویل للمصلین - لا تقربوا الصلوٰۃ - بسم الحمد - وما من الٰہ - وما خلقت الجن والانس مذکورہ امثلہ میں موقوف علیہ کو مابعد سے لفظاً و معنیً دونوں قسم کا تعلق اسطرح کا ہیکہ موقوف علیہ تک جو عبارت پڑھی گئی اس سے کلام بالکل غیر مفہوم ہو جاتا ہے

یا وقف کرنے کی وجہ سے کلام مفید تو ہوا مگر مراد خداوندی کے خلاف لازم آتا ہے مثلاً ان اللّٰہ لا یستحیٖ - فویل للمصلین - لا تقربوا الصلوٰۃ مذکورہ دونوں قسم کے وقف قبیح و نامناسب ہیں یہ الگ بات ہیکہ بلنسبت اول کے دوم زیادہ قبیح ہے جسکو ائمۂ فن نے قبیح اور اقبح دو قسموں میں تقسیم فرمایا ہے۔ یہ دونوں قسمیں مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت "کسی قسم کی قباحت لازم آئے" سے نکل سکتی ہیں ۔

حسن و قبیح کا فرق : — یہیں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وقف حسن و وقف قبیح بقاء تعلق کے اعتبار سے مساوی ہیں مگر صرف معنوی قباحت لازم آنے نہ آنے کا فرق ہے ۔

نوٹ : عموماً مفسد معنی وقف ہی کو وقف قبیح سمجھا جاتا ہے حالانکہ وہ وقف جو کلام کو غیر مفید بنادے گو مفسد معنی نہ ہو وہ بھی وقف قبیح ہے ۔

فائدہ : — وقف کی مذکورہ اقسام اربعہ سے اقسام ثلثہ کا تعلق وقف اختیاری کے ساتھ ہے اور قسم رابعہ وقف قبیح کا تعلق وقف اضطراری کے ساتھ ہے ۔

(۲) محل اوقاف کی رعایت سے قرآن شریف پڑھنا تفہیم معنی و تحسین قرأت کا باعث ہے لہذا جس محل وقف کا جو حکم ہو اسی کے موافق عمل کرنا چاہئے علے

علے صحیح جگہوں میں وقف اور وصل کرنے سے معنوی وضاحت اور نہ کرنے سے معنوی پیچیدگیاں پیش آتی ہیں لہذا اولاً محل وقف کا جاننا۔ دوم اسکے احکام سے واقفیت سوم انکی بجاآوری ضروری ہے چنانچہ اس حکم سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے محل اوقاف کے فوائد اسکی ضرورت اور بطور مفہوم مخالف محل اوقاف سے بے اعتنائی کے عوض ہونے والے فسادات کو بیان فرماکر اسکی طرف توجہ دلائی اور اسکی ضرورت کو سمجھایا اس سلسلہ میں صاحب نہایۃ القول المفید امام ابوالقاسم الہذلی کا قول نقل فرماتے ہیں

الوقف حلية التلاوة وزينة القارى وبلاغ التالى وفهم المستمع و فخر العالم وبه يعرف الفرق بين المعنيين المختلفين والنقيضين المتنافيين و الحكمين المتغايرين نیز جیسا کہ مشہور ہے الوقف من حسن القرأت

فائدہ :۔ حضرت قاری صاحب علیہ الرحمۃ کی عبارت پر غور کرنے سے یہ بات کھلتی ہے کہ محل اوقاف کی رعایت عربی داں و غیر عربی داں دونوں کیلئے ضروری ہے اسلئے کہ یہ تفہیم معنی کے علاوہ تحسین قرأۃ کا بھی باعث ہے جسکا غیر عربی داں بھی مکلف ہے لہذا اسکی طرف بطور خاص توجہ دینے دلانے کی ضرورت ہے

سوال :۔ البتہ اسپر سوال یہ رہ جاتا ہے کہ غیر عربی داں محل اوقاف کی رعایت کیسے کرسکتا ہے ؟

اسکا جواب یہ ہے کہ علامہ سجاوندیؒ نے محل اوقاف کی رعایت سے علامات وقف و وصل وضع فرمائی ہیں جنکی رعایت کرنے سے ایک غیر عربی داں بھی تحسین قرأۃ کے مقصد کو حاصل کرسکتا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ عنا و عن جميع المسلمين احسن الجزاء۔ آمین

تنبیہ :۔ محل اوقاف کی رعایت کا تعلق درایت سے ہے جو ایک مشکل کام تھا مگر علامت وقف و وصل

(۳) وقف میں توقف اور تاخیر صرف اسقدر ہونی چاہئے کہ سانس بآسانی لی جاسکے اسکے خلاف جائز نہیں ہے عہ

(۴) اگر کسی شخص کی سانس پھولتی ہو تو حسب ضرورت وقف میں تاخیر کی جاسکتی ہے تاکہ قرأۃ اطمینان کے ساتھ ادا ہو لیکن بوجہ تاخیر مزید اسکو وقف نہ کہینگے بلکہ یہ سکوت ہوگا جبکہ پڑھنے کا ارادہ ہو عہ

وضع فرما کر علامہ سجاوندیؒ نے اسکو بہت ہی آسان کردیا ہے۔ پھر بھی اسکی رعایت نہ کرنا غفلت و لاپرواہی ہے

عہ محل وقف پر وقف کرنے کے بعد اسقدر ٹھیرنا کہ حسب عادت سانس بآسانی لی جاسکے وقف کہلائیگا اور زائد از عادت تاخیر کرنا وقف نہ ہوگا بلکہ سکوت ہوگا یا قطع

فائدہ:- چونکہ وقف و سکوت کی تاخیر معین للتلاوۃ ہے لہذا باوجود عدم قرأت کے حکماً قرأت ہے جسکی وجہ سے اول اس توقف کے بعد جدید استعاذہ کی ضرورت نہیں پھر باوجود قرأت سے خموشی کے باعث اجر و ثواب ہے برخلاف قطع کے اسکی تاخیر مانع قرأت ہونیکی وجہ سے منقطع ثواب ہے

عہ "سانس پھولتی ہو" اگر کسی تالی کی تلاوت کے دوران سانس پھولتی ہو تو اسکو ضرورت کی وجہ سے یہ اجازت ہے کہ وہ وقف کے بعد عام عادت سے زیادہ توقف کرے اور بآسانی سانس لے کر اطمینان سے آگے تلاوت کرے اور یہ تاخیر مزید وقف ہی ہے۔

"جبکہ آگے پڑھنے کا ارادہ ہو" بظاہر اس قید کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی کیونکہ تاخیر مزید کا تحقق اسی وقت ہوگا جبکہ آگے پڑھنے کا ارادہ ہو ورنہ قطع میں تاخیر مزید کا کیا سوال ؟ لیکن چونکہ یہ سکوت ہے اور سکوت و قطع کا بیان اب تک آیا نہیں ہے لہذا اس قید کا اضافہ فرمایا۔

(۵) پڑھتے پڑھتے سانس تنگ ہونے لگے تو پہلے سے اسکا خیال رکھے کہ درمیان کلام یا وسط کلمہ پر وقف نہ ہونے پاتے ورنہ وقف غلط ہوگا۔ [ع ۹]

(۶) وقف اختیاری کیلئے محل وقف ضروری ہے خواہ علامت وقف ہو یا نہ ہو [ع ۱۰]

[ع ۹] اس حکم کا تعلق وقف اضطراری سے ہے اور چونکہ وقف اضطراری میں قاری وتالی غیر مختار ہوتا ہے نتیجۃً وسط کلام یا وسط کلمہ میں وقف ہو جاتا ہے اب جہاں تک مسئلہ وسط کلام میں وقف کر نیکا تو بوجہ اضطرار اتنا قبیح نہیں لیکن وسط کلمہ میں وقف کرنے سے کلمہ مہمل (بے معنی) ہو جاتا ہے اس وجہ سے مصنفؒ نے قبل از اضطرار سوچ لینے کو فرمایا تاکہ آگے پڑھنے سے درمیان کلمہ میں وقف ہو کر کلمہ مہمل نہ ہو جاتے البتہ کلمہ کے مہمل ہو جانے کے باوجود بھی قاری اضطرار کی وجہ سے گنہگار نہ ہوگا

تنبیہ :۔ اسکی نوبت قاری کے حرص فی التلاوۃ فی نفس واحد کی صورت میں آتی ہے کہ قاری کو سانس میں وسعت ہو یا نہ ہو وہ کثرت تلاوۃ کے پیش نظر علامات وقف کو ترک کرتا ہوا پڑھتا چلا جاتا ہے اور نہیں سوچتا ہے کہ تنگی سانس کی صورت میں حقوق وقف کیسے ادا ہونگے جسکی وجہ سے وسط کلام یا وسط کلمہ میں وقف ہو جاتا ہے جس سے بچنا ضروری ہے ۔

[ع ۱۰] مطلب اس حکم کا یہ ہیکہ وقف اختیاری کیلئے محل وقف ضروری ہے خواہ محل وقف قوی ہو یا ضعیف نیز علامت وقف ہو یا نہ ہو چونکہ اوّلاً وقف دو قسم پر ہے اختیاری۔ اضطراری جنمیں اصل تو وقف اختیاری ہی ہے رہا وقف اضطراری تو یہ ایک عارضی وضرورتی چیز ہے نیز محال وقف میں تام کافی اصل ہے البتہ حسن بھی محل وقف بننے کی صلاحیت رکھتا ہے ۔

اس سے یہ مفہوم ہوا کہ تام کافی حسن یہ محل وقف ہیں اور قبیح محل وقف نہیں ہے بلکہ محل وصل ہے اب مصنفؒ کے اس حکم کا مطلب یہ ہوا کہ وقف اختیاری کیلئے تام کافی حسن ہونا ضروری ہے

⑦ وقف اضطراری جمیع احکام میں مثل وقف اختیاری کے ہے لہذا حتی الامکان وقف اضطراری میں احکام وقف کی رعایت کرنا چاہیئے۔ [ع۱۱]

البتہ تام کافی ہو تو زیادہ مناسب ہے) خواہ علامت وقف ہو یا نہ ہو تاکہ وقف قبیح کا ارتکاب لازم نہ آئے لیکن یہ چیز معانی میں غور وفکر کے ساتھ تلاوت کرنے پر موقوف ہے مثلاً الحمد للہ پر محل تو حسن ہے لیکن علامت وقف نہیں ہے اور من قبلك پر محل بھی حسن ہے اور علامت وقف بھی ہے۔

[ع۱۱] اس حکم کے مفہوم میں عموماً طلبہ پریشانی محسوس کرتے ہیں متن کا جملہ "وقف اضطراری جمیع احکام میں مثل وقف اختیاری کے ہے" مفہوم اسکا یہ ہے کہ جن احکام وقف کا اجراء وقف اختیاری میں ضروری ہے انکو وقف اضطراری میں بھی جاری کرنا چاہیئے گویا اجراء احکام وقف میں دونوں مشترک ہیں مثلاً متحرک کو ساکن کرنا۔ زبر کی تنوین کو الف سے بدلنا گول ۃ کو ہائے ساکنہ سے بدلنا درمیان کلمہ میں وقف نہ کرنا وہ احکام جو موقوف علی الوصل ہیں انکو وقف میں نہ ادا کرنا وغیرہ جسکی تفصیل سبق ۵ میں گذر چکی ہے ان احکام کو وقف اضطراری میں بھی جاری کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اسلئے کہ کوشش تو اختیاری ہے۔ البتہ اسمیں چونکہ قاری مجبور ہوتا ہے اسلئے کوشش کرنے کے باوجود اگر احکام وقف سے کسی کا خلاف لازم آئے تو معذوری میں شمار ہو کر معاف ہوگا۔

نوٹ:۔ اسمیں بالخصوص وسط کلمہ میں وقف ہو جانے سے احتراز کرنا چاہیئے کہ اسمیں قباحت اور زیادہ ہے۔

⑧ وقف تام کا اقتضائے ختم کلام وقف ضروری ہے اسلئے کہ وقف کلام کے تمام ہونے پر دلالت کرتا ہے۔[۱۲]

⑨ وقف کافی پر وقف بہتر ہے اسلئے کہ تعلق لفظی کا نہ ہونا ہی وقف کیلئے اصل محل ہے اس وجہ سے وقف تام یا وقف کافی پر وقف کرنے کے بعد اعادہ جائز نہیں ہے[۱۳]

---

[۱۲] مطلقاً گفتگو و کلام کرنے میں دستور یہ ہے کہ جہاں بات ختم ہو جاتے متکلم وقف کر دیتا ہے اور اسکے وقف و توقف سے مخاطب سمجھ لیتا ہے کہ بات ختم ہو گئی اور اگر کلام موصول رہے تو مخاطب اس سے کلام کے عدم انقطاع کا اندازہ لگاتا ہے جب عام کلاموں کا یہ حال ہے تو کتاب اللہ بھی منجملہ کلام کے کلام ہے بلکہ اسکی نسبت کلام اللہ ہونیکی ہے لہذا اسکی تلاوت کرتے ہوتے بھی اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کلام کے اختتام پر وقف کر دیا جاتے ورنہ سامع کو کلام کے عدم انقطاع کا ابہام ہوگا اسی کو مصنف فرمارہے ہیں کہ چونکہ وقف کلام کے تمام ہونے پر دلالت کرتا ہے لہذا وقف تام پر کلام کے تمام ہونیکی وجہ سے وقف کرنا ضروری ہے۔

[۱۳] وقف کافی کی تعریف دوبارہ ملاحظہ ہو

چونکہ وقف تام کا درجہ وقف کافی سے بڑھا ہوا ہے لہذا حکماً بھی تام میں وقف ضروری اور کافی میں بہتر ہے ضروری نہیں مصنف یہاں وقف کافی پر وقف بہتر ہونیکی علت بیان فرماتے ہیں کہ تعلق لفظی کا نہ ہونا ہی وقف کیلئے اصل محل ہے اور وقف کافی میں تعلق لفظی ختم ہوتا ہے لہذا وقف بہتر ہے اب صرف سوال یہ ہے کہ وقف کیلئے تعلق لفظی کے نہ ہونے کو کیوں اصل کیا؟ تو جواب اسکا یہ ہے کہ امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ کا مذھب وقف و ابتداء کے باب میں آپکی دونوں

(۱۰) وقف حسن پر وقف جائز ہے اسلئے کہ اسپر وقف کرنے سے کوئی قباحت نہیں لازم آتی البتہ وقف اختیاری بہتر نہیں۔ [۱۴۲]

بقیہ صفحہ گذشتہ

روایتوں کو جمع کرنے کے بعد حُسنِ وقف وحُسنِ ابتداء کا ہے۔

اور جب کلمہ موقوف علیہ کو اپنے مابعد سے تعلق لفظی نہ ہو تو اسپر وصل کرنا تعلق لفظی کے نہ ہونیکی وجہ سے حسن وقف کا سبب ہے اور چونکہ تعلق لفظی ختم ہوگیا ہوتا ہے اسلئے لفظی اعتبار سے مابعد اپنے ماقبل سے مستغنی ہوتا ہے اور استغناء اس وقت ہوسکتا ہے جب کلام ختم ہو اور اسکی مراد واضح ہوگئی ہو۔ اس طرح مابعد بھی اپنے معنی دینے میں ماقبل کا محتاج نہ ہو لہذا مابعد سے ابتداء بھی حسن ہے۔ تو چونکہ تعلق لفظی نہ ہونے سے وقف وابتداء دونوں حسن ہوتے ہیں جو مطلب ہے نیز چونکہ تعلق معنوی کافی دور تک رہتا ہے جسکے ختم تک بلا وقف پڑھنا مشکل ہے برخلاف تعلق لفظی کے کہ وہ عموماً نادر واقع نہیں ہوتا لہذا اسکا اہتمام ممکن ہے اسلئے تعلق لفظی کے نہ ہونے کو وقف کیلئے اصل قرار دیا اسپر شاہد یہ ہیکہ تعلق لفظی کا نہ ہونا یہ وقف کافی ہے اور وقف کافی کی تعریف میں علامہ اشمونی۔ صاحب نہایہ۔ علامہ بدرالدین زرکشی وغیرہ کی رائے یہ ہیکہ فیحسن الوقف علیه والابتداء ایضا بما بعده

[۱۴۳] تقاضہ وقف یہ ہیکہ تعلق لفظی نہ ہو جیسا کہ تام کافی میں گذرا اور وقف حسن میں لفظی و معنوی دونوں باقی ہوتے ہیں اسلئے یہ محل وقف کا تقاضہ نہیں کرتا ہاں بوقت ضرورت وقف کرنے کی اجازت ہے اسلئے کہ وقف کرنے پر کلام کے مفید ہونے کی وجہ سے کسی طرح کی کوئی خرابی پیش نہیں آتی اس سے خود یہ معلوم ہوگیا کہ اسپر اختیاراً وقف مناسب نہیں ہے اور وقف اختیاری محل حسن میں غیر مختار ہے جس سے یہ سمجھ میں آیا کہ قباحت کا نہ ہونا وقف کیلئے وجہ جواز ہے۔

(۱۱) وقفِ قبیح پر وقفِ اختیاری جائز نہیں اسلئے کہ اس پر وقف کرنے سے قباحت لازم آتی ہے
ع۱۵

بقیہ صفحہ گذشتہ

فائدہ:- مزید یہ یاد رہے کہ وقفِ حسن کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ جو آیت پر ہو جیسے العالمین دوم جو درمیانِ آیت پر ہو جیسے الحمد للہ ان دونوں میں جہاں تک وقف کا مسئلہ ہے تو اسکی وضاحت اوپر ہو گئی کہ بوقتِ ضرورت ہو سکتا ہے لیکن اگر ضرورت کے تحت کیا گیا تو اب آگے قراءت کرنے کیلئے کیا حکم ہے؟ ابتداء ہوگی یا اعادہ؟

جواب: وقفِ حسن میں وقف کرنے کے بعد اعادہ ضروری ہے لہٰذا درمیانِ آیت میں محلِ حسن پر وقف کرنے کے بعد ابتداء نہ ہوگی اعادہ ہوگا لیکن وہ وقفِ حسن جو آیت پر ہو اسکا حکم یہ ہے کہ آیت پر وقف کے بعد اعادہ کرنا خلافِ سنت ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیت پر وقف فرما کر مابعد سے ابتداء فرمائی ہے لہٰذا سنت کی مخالفت کی وجہ سے باوجود وقفِ حسن کے اعادہ جائز نہیں ہے بلکہ ابتداء ہوگی۔ اس سے یہ بھی مفہوم ہوا کہ وقفِ حسن کا حکم تو وقف کرنے کے بعد اعادہ کا ہی ہے لیکن یہ ابتداء کا ضروری ہونا ایک عارض کی وجہ سے ہے جسکو علامہ جزریؒ نے اپنے مقدمہ میں اسطرح بیان فرمایا

وللفظ فامنعن - الا رؤس الآی جوز فالحسن

ع۱۵

ظاہر یہ ہے کہ جس وقف سے قرآن کریم کے معانی میں قباحت آتی ہو اس وقف کو کیسے جائز کیا جا سکتا ہے البتہ اختیاری کی قید سے یہ نکلا کہ اضطراراً اس پر وقف کی گنجائش ہے لیکن پھر وقف کرنے کے بعد (خواہ اختیاراً ہو یا اضطراراً) اعادہ ضروری ہے ورنہ معنوی قباحت لازم آتی ہے۔

فائدہ:- (۱) قباحت کا ایک معنیٰ تو یہ ہے کہ فسادِ معنیٰ کا وہم ہو دیگر یہ کہ معنیٰ فاسد تو نہ ہو مگر مرادِ خداوندی کے علاوہ کوئی معنیٰ بن جائے دونوں ہی قبیح ہیں البتہ اول ثانی کی نسبت زیادہ قبیح ہے یہی وجہ ہے کہ ائمہ فن نے قبیح کے آگے اقبح کا بھی ایک درجہ مقرر فرمایا، گو عموماً معنوی فساد ہی کو قبیح تصور کیا جاتا ہے

(۱۲) وقف تام یا وقف کافی پر وقف کرنے کے بعد ابتداء کرنا چاہیئے۔[ع۱۶]

(۱۳) وقف حسن یا وقف قبیح پر وقف کرنے کے بعد اعادہ کرنا چاہیئے انمیں ابتداء جائز نہیں۔[ع۱۷]

---

(۶) نیز بعد غور کرنے کے یہ بھی سمجھ میں آئیگا کہ محل قبیح میں اختیاراً وقف کرنے میں دو قباحتوں کا ارتکاب ہے اول معنوی قباحت کا پیدا ہونا دوم محل قبیح میں قصداً و اختیاراً وقف کرنا جو اور زیادہ قبیح ہے اور اضطراراً محل قبیح پر وقف کرنے میں ارتکاب قبیح ضرور ہے مگر بوجہ اضطرار اسکی قباحت میں تخفیف ہو جائیگی اور وہ اعادہ سے زائل ہو جائیگی برخلاف اختیاری قباحت کے بذریعہ اعادہ معنوی قباحت تو زائل ہو جائیگی مگر قصداً و اختیاراً وقف کرنے کی قباحت کیسے زائل ہوگی ؟

ع۱۶ وقف تام کے بعد ابتداء کی وجہ یہ ہے کہ تام میں کلام تمام ہو گیا ہوتا ہے اور اعادہ کی ضرورت اسوقت ہوتی ہے جبکہ کلام ناقص ہو لہذا وقف تام کے بعد ہمیشہ ابتداء ہوتی ہے کیونکہ تعلق لفظی کا نہ ہونا وقف کیلئے اصل ہے لہذا وقف کا متقاضی ہے اور بعد وقف جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ماقبل سے تعلق لفظی نہ ہونے کی وجہ سے اعادہ کی ضرورت نہ رہیگی

ع۱۷ اسکی پوری تفصیل حکم نمبر ۱ کے تحت بیان ہو چکی البتہ بعد وقف کے اعادہ کا حکم کیوں ہے تو ابھی حکم نمبر ۱ کے ضمن میں مذکور ہوا کہ تعلق لفظی کا باقی رہنا وجہ اعادہ ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ وقف حسن میں بعد کا جملہ اپنے معنی دینے میں ماقبل کا محتاج ہوتا ہے اب اگر وقف کے بعد ابتداء کی جائے تو بعد کا جملہ ماقبل سے منقطع ہو کر اپنے معنی نہ دے سکے گا لہذا اعادہ ضروری قرار پایا کہ وہ بذریعہ اعادہ اپنے ماقبل سے مربوط ہو کر اپنے معنی دے سکے وقف قبیح میں چونکہ بوجہ وقف معنوی قباحت ہوتی ہے لہذا بذریعہ اعادہ وہ قباحت تو ختم ہو جاتی ہے۔

تنبیہ :- وقف تام یا وقف کافی کے مواقع جو نہیں سمجھ سکتے انکو چاہئے کہ آیات یا علامت وقف پر بوقت ضرورت وقف کریں[۱۸]

(۱۴) موضع سکتہ پر وقف جائز نہیں البتہ جس علامت وقف پر سکتہ مرسوم ہے وہاں وقف بھی جائز ہے اگرچہ سکتہ واجب ہی کیوں نہ ہو[۱۹]

---

[۱۸] چونکہ اب تک کی بحث معانی سے واقف حضرات سے متعلق تھی اب مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جو حضرات معانی سے ناواقف ہوں انکو چاہئے کہ آیات یعنی گول دائرے ○ پر یا علامات وقف پر وقف کریں اور علامات وصل پر وقف نہ کریں باقی علامات وقف کیا ہیں اور علامات وصل کیا ہیں اسکا بیان آئندہ سبق میں آئیگا۔

[۱۹] چونکہ سکتہ موقوف علی الوصل ہے یعنی اسکا ادا ہونا حالت وصل ہی میں ممکن ہے اور وقف سبب ہے فصل کا لہذا موضع (محل) سکتہ میں وقف کرنے سے سکتہ ادا نہیں ہو سکتا یعنی بوجہ وقف سکتہ چھوٹ جائیگا مثلاً وقیل من سکتہ راق میں من پر وقف کر دینے کی وجہ سے اب سکتہ ادا نہ ہو سکیگا کیوں کہ وقف کی وجہ سے آواز کے ساتھ سانس بھی بند ہو گئی اور سکتہ کیلئے سانس کا جاری رہنا ضروری تھا لہذا موضع سکتہ میں وقف جائز نہیں بلکہ وصل ضروری ہے ورنہ سکتہ واجبہ کا ترک لازم آئیگا البتہ من مرقدنا سکتہ ھٰذا اور عوجا سکتہ قیما میں جس جگہ سکتہ ہے وہیں محل وقف بھی ہے اس وجہ سے اس پر سکتہ واجبہ ہونیکے باوجود وقف کرنا بھی جائز ہے بلکہ سکتہ وصلاً واجب ہونیکی وجہ سے بوجہ وقف اسکا وجوب بھی ساقط ہو جائیگا یعنی مرقدنا، عوجا پر وقف کر دینے سے سکتہ واجب ہی نہ رہیگا۔

فائدہ :- روایت حفصؒ میں چار جگہ سکتہ واجب ہے جنمیں دو جگہ سکتہ و علامت دونوں جمع ہیں تو انپر سکتہ یا وقف دونوں جائز اور جن دو جگہوں میں صرف سکتہ ہے ان پر وقف جائز نہیں صرف سکتہ ہے نیز طے، من مرقدنا ھٰذا پر وقف و سکتہ سے متعلق مزید تفصیل سکتہ کے بیان میں آ رہی ہے۔

(۱۵) حروف مقطعات پر وقف جائز نہیں اگر اضطراراً وقف ہو جائے تو پھر سے ابتداء کرنا چاہئے البتہ آخر حروف پر وقف جائز ہے جیسے کہیعص وغیرہ [ع۲۰]

تنبیہ:۔ بلا ضرورت وقف کرنا یا وقف میں بلا وجہ تاخیر کرنا جائز نہیں [ع۲۱]

[ع۲۰] حروف مقطعات پر یعنی حروف مقطعات کے درمیان میں مثلاً کہیعص میں کاف ھا یا عین میں سے کسی پر وقف جائز نہیں کیونکہ مقطعات کا مجموعہ کلمۂ واحدہ کے حکم میں ہے اسلئے اسطرح کا وقف درمیان کلمہ پر وقف کرنے کے مترادف ہے نیز رسم کے بھی خلاف ہے جو جائز نہیں لہذا وقف صاد پر ہونا چاہئے

ظاہر ہے کہ یہ حکم وقف اختیاری کے ساتھ خاص ہے لہذا اگر اضطراراً درمیان میں وقف ہو جائے تو اب اعادہ کر کے پورے کلمہ کو ایک سانس میں پڑھے درمیان سے اعادہ کرنا بھی درمیان کلمہ سے ابتداء واعادہ کے مترادف ہے مثلاً عین پر وقف کرنے کے بعد ھا یا یا سے اعادہ کرنا صحیح نہیں ہے اسی کو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "پھر سے ابتداء کرنا چاہئے"

[ع۲۱] کیوں کہ ایسا کرنا خلاف ادب ہے۔

ساتواں سبق

علامت وقف وعلامت وصل کے احکام

⭘ یہ علامت آیت پوری ہونے کی ہے اسی وجہ سے اس علامت ہی کو آیت کہتے ہیں آیت پر ٹھیرنا مستحب ہے۔ جبکہ علامت وقف کے بعد واقع ہو اور اگر کسی جگہ آیت کا ظاہر کرنا ہی مقصود ہو تو ایسی صورت میں وقف کرنا ضروری ہوگا۔ [1]

---

[1] تالی وقاری قرآن کو تقاضہ بشری کے تحت تلاوت کے دوران وقف، وصل وابتدا کی ضرورت لابدی ہے لہذا قاری قرآن کو انکے محل سے واقفیت ضروری ہے تاکہ مذکورہ امور ثلثہ کی صحت سے معنوی وضاحت کے علاوہ تلاوت کا حسن بھی برقرار رہے نیز معنی غیر مراد کا توھم نہ ہو چونکہ آداب تلاوت کے خلاف ہے۔

اب چونکہ قارئین قرآن میں اکثریت ان لوگوں کی ہے کہ جو مذکورہ امور کی رعایت بذات خود نہیں کر سکتے ہیں لہذا وہ ان علامات وقف و وصل کے محتاج رہتے ہیں۔ جس لئے یہ سمجھ میں آیا کہ یہ بیان بڑی اھمیت کا حامل ہے جسمیں ان علامات کی حقیقت اور انکا حکم بیان فرمایا گیا ہے تاکہ عمل میں سہولت رہے حسن وقف و حسن ابتداء کیلئے کم ازکم ان علامات کی پابندی ضروری ہے گول دائرہ آیت کی تکمیل کو بتلاتا ہے جس سے اجمالاً یہ سمجھ میں آیا کہ یہ بذات خود نہ تو علامت وقف ہے اور نہ ہی علامت وصل جسکو اسی جگہ خوب سمجھ لینا چاہئے۔

آیت کے لغوی معنیٰ جماعت یا علامت کے ہیں جسکو اصطلاحی معنی سے مناسبت یہ ھیکہ اگر آیت جماعت کے معنیٰ میں ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ آیت حروف قرآنی کی اتنی تعداد اور ایسی جماعت (مجموعہ) کا نام ہے جس سے کلام کا مقصد سمجھ میں آجاتا ہے اور ما قبل و ما بعد کو ملانے کی ضرورت پیش نہیں آتی

اور اگر آیت علامت کے معنیٰ میں ہے تو چونکہ سورۃ کے ایک حصّہ کے ختم کو بتلانیکی یہ آیت علامت ہوتی ہے لہذا اسکو آیت کہتے ہیں (کاشف العسر شرح ناظمۃ الزھر صفحہ ۱۰۹ ملخصًا)

نیز آیت حروف قرآنی کا ایک مجموعہ ہے جسکا اوّل بھی ہو اور آخر بھی ہو اور وہ کلام کے ایک جز کے اختتام کی علامت بھی ہے اور گول دائرہ آیت کے اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر چونکہ تکلم میں بلنسبت گول دائرہ کے آیت سہل وسریع ہے لہذا بجائے گول دائرہ کے آیت کہا جانے لگا

حکم :- چونکہ گول دائرہ کے وقوع کی حیثیات مختلف ہیں لہذا احکام مختلف ہونا ایک بدیہی امر ہے اسی وجہ سے اسکے حکم کی بحث بڑی طویل ہے حکم سے قبل اسکی حقیقت سے واقفیت ضروری ہے چنانچہ گول دائرہ کی حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے صاحب نہایہ علامہ جعبری اور حافظ عسقلانی کے حوالہ سے اور ملا علی قاری علامہ سجاوندی سے تحریر فرماتے ہیں کہ گول دائرہ کی غرض آیت کے سروں (فواصل) کی تعلیم ہے اور ان پر وقف کی گنجائش کو بتلانا ہے پھر گرچہ قرآن کریم میں سجع مقصود نہیں تاہم ضرورت کے تحت اسکی نشاندہی ان گول دائرہ سے فرمائی۔

جس سے معلوم ہوا کہ گول دائرے بذات خود نہ تو علامت وقف ہیں اور نہ ہی علامت وصل جسپر دلیل یہ ہے کہ اگر یہ گول دائرے علامت وقف اور محل وقف بتلانے کیلئے ہوتے تو فویل للمصلین ۝ لا پر گول دائرہ کا کیا مطلب! نیز اگر یہ گول دائرے بذات خود علامت وقف وعلامت وصل ہوتے تو ائمہ فن کو ان پر علامت وقف و وصل وضع کرنے کی کیا ضرورت؟

اس تقریر سے یہ بات کھلکر سامنے آئی کہ وقف و وصل کے باب میں اسکی ذاتی کوئی حیثیت نہیں :-

حکم :- لہذا اب حکم کی وضاحت اصولی و اجمالی طور پر یہ ہوگی کہ اگر یہ گول دائرے محل تام یا محل کافی میں ہیں تو ان پر وقف بالاتفاق اولیٰ ہے اور اگر گول دائرے ان دو مقامات کے علاوہ

محل حسن و قبیح میں ہیں تو ان پر وقف کے باب میں دو جماعتیں ہیں

① جماعت اول کا خیال یہ تھا کہ چونکہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لہٰذا ان گول دائروں پر وقف کرنا مطلقاً (قطع نظر محل حسن قبیح ہے) صحیح بلکہ اگر اتباع سنت منشا ہو تو

② جماعت ثانیہ کا خیال یہ تھا کہ اگر ان گول دائروں پر بنیت اتباع وقف کیا جاتے تو صحیح ہے لیکن اتباع سنت منشا نہ ہو تو تعلق لفظی و معنوی کی رعایت سے وقف ہوگا اور حدیث ام سلمہ رضہ کے خلاف بھی نہیں ہے کیونکہ اول تو اس روایت کے الفاظ میں بڑا اختلاف ہے نیز روایات صحیحہ متواترہ سے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان گول دائروں پر وصل کرنا ثابت ہے نیز اگر گول دائروں پر وقف کا منشا، محل وقف کی تعلیم ہوتا تو فویل للمصلین اور والضحیٰ جیسی مثالوں میں گول دائرہ کبھی نہ ہوتا ۔

جس سے معلوم ہوا کہ ان پر تعلق لفظی و معنوی کی رعایت کے ساتھ وقف و وصل کر سکتے ہیں چنانچہ ہمارے مصنف رحؒ گول دائرہ کا حکم بیان فرماتے ہیں ۔ ① ۔ اگر گول دائرہ علامت وقف کے بعد واقع ہو یعنی گول دائرہ کے ماقبل قریب میں کوئی علامت وقف ہو مثلاً وعندہ علم الساعۃ ۵ والیہ ترجعون ○ تو بجائے علامت وقف کے گول دائرے پر وقف کرنا مستحب ہے کیونکہ الساعۃ محل حسن ہے اور ترجعون محل کافی ہے ۔ ② نیز مصنف رحؒ معرفۃ الوقوف میں فرماتے ہیں اور اگر مابعد قریب میں کوئی علامت وقف واقع ہو مثلاً لعلکم تتفکرون فی الدنیا والاخرۃ ط یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس ط تو علامت وقف پر وقف کرنا بہتر ہے ۔

③ اور اگر خود گول دائرے پر علامت وقف یا علامت وصل ہو تو لحاظ علامت وقف کرنا چاہیئے

④ جب ایک ہی گول دائرے پر مختلف علامات جمع ہوجائیں تو انمیں قوت وضعف کے اعتبار سے وقف ہوگا۔

نوٹ :۔ علامات وقف و وصل نیز علامات وقف میں قوت وضعف کا بیان آئندہ آرہا ہے۔

⑤ اور اگر گول دائرے پر کوئی بھی علامت نہ ہو تو حسب ضرورت وقف کیا جائیگا۔

تنبیہ ۱ :۔ گول دائرے کی مذکورہ حیثیات اور انکے احکام اس وقت ہیں جبکہ ان پر وقف کو بنیت سنت نہ ہو اور اگر نیت سنت کی ہو تو مطلقاً وقف کرنا صحیح ہے۔

⑥ ۔ یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیئے کہ گول دائرے پر علامات وقف ہو یا علامات وصل لیکن اسپر وقف کرنے کے بعد ہمیشہ ابتداء ہوگی (ما بعد سے پڑھا جائیگا) اعادہ بالکل جائز نہیں کیونکہ یہ سنت کے خلاف ہے۔

۵ یہ علامت آیت مختلف فیہ ہونے کی ہے لہذا اس جگہ آیت سمجھ کر وقف کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں یہ جو مشہور ہے کہ امام عاصمؒ کے نزدیک یہاں آیت نہیں ہے اسکی کوئی اصلیت نہیں کیونکہ قرا سبعہ کو اختلافات آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے[ع۳]

[ع۳] جس آیت ہونے نہ ہونے کے باب میں اختلاف ہوتا ہے وہاں ۵ نمبر کی علامت ہوتی ہے جو یہ بتلاتی ہے کہ اس جگہ آیت کا ہونا ائمہ کرام کے مابین مختلف فیہ ہے۔

دراصل آیتوں کا شمار یہ ایک مستقل فن ہے (جس سے ہندوستان میں تقریباً غفلت ہے) (جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھا پھر اسکے بعد آنے والے نے اس مبارک فن کی طرف توجہ کو سعادت سمجھا اور اسپر مستقل تصانیف کے ذریعہ لوگوں کو اس سے واقف کرانے کی سعی فرماتے رہے)

جس میں اس سے بحث ہوتی ہے کہ آیتوں کے شمار کتنے ہیں؟ اور کس سورت کی کس شمار میں کتنی آیتیں ہیں؟ کتنی آیتوں کے متعلق شمار متفق ہیں؟ اور اختلافی آیت کتنی؟ پھر انکے ائمہ کون؟ اس اعتبار سے یہاں لقدر ضرورت بات یہ ہےکہ قرآن کریم میں وہ آیت جنکے آیت ہونے پر سارے شماروں کا اتفاق ہے وہ چھ ہزار نوے ہیں ۶۰۹۰ اور وہ جنکو بعض نے آیت شمار کی اور بعض نے نہیں ایسی آیات دو سو تہتر ہیں ۲۷۳

جس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں کچھ آیات وہ ہیں جنکے باب میں اختلاف ہے متقدمین ائمہ کرام نے انکی اس اختلافی حیثیت سے لوگوں کو واقف کرانے کیلئے ۵ نمبر کو بطور رمز مقرر فرمایا۔

اس پوری تمہید سے سمجھ میں آیا کہ اس ۵ نمبر کا مقصد کوئی محل وقف و محل وصل

بقیہ صفحہ گذشتہ

بتلانا نہیں ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض کے نزدیک یہ آیت ہے اور بعض کے نزدیک نہیں جس سے مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت " اس جگہ آیت سمجھ کر " الخ کی وجہ بھی سمجھ میں آگئی کہ جن لوگوں نے اسکو آیت قرار دیا ہے انکے مسلک پر اس جگہ وقف کرنا صحیح اور جن لوگوں نے اسکو آیت نہیں قرار دیا انکے مسلک پر وقف نہ کرینگے ۔

" یہ جو مشہور ہے کہ امام عاصمؒ " الخ " تو چونکہ آیتوں کا شمار مستقل ایک فن ہے اور اسکے ناقلین مستقل ہیں چنانچہ کوفی شمار کے ناقلین امام حمزہ اور حضرت سفیان ہیں جو اسکو ایک واسطہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کرتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس فن کے ناقل امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ نہیں ہیں جسکو مصنف علیہ الرحمہ اس عبارت میں فرما رہے ہیں کہ لہذا ایسا سمجھنا غلط ہے البتہ ممکن ہے یہ مغالطہ اسلئے ہوا ہو کہ امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ کوفی ہیں اور شماروں میں ایک شمار بھی کوفی ہے مگر اس شمار کے ائمہ مستقل ہیں اب جو لوگ ان ائمہ شمار سے واقف نہیں انہوں نے کوفی دیکھ کر نسبت اس شمار کی امام عاصم کی جانب کردی ہیں

خلاصہ :- یہ علامت وقف ہے اور نہ علامت وصل اور اس فن کے مشہور ناقلین میں امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ نہیں ہے لہذا انکی طرف نسبت کر کے یہ کہنا کہ انکے نزدیک یہاں آیت نہیں ہے یہ غلط ہے ۔

م یہ وقف لازم کی علامت ہے اس پر باقتضاء ختم کلام وقف کرنا لازم ہے تاکہ وصل کرنے سے کسی قسم کی قباحت لازم نہ آتے اسی وجہ سے اسکو وقف لازم کہتے ہیں ۔[۲]

---

[۲] یہاں پر علامہ ابو جعفر محمد ابن طیفور السجاوندی کی وضع کردہ علامات کا بیان ہے یہ وقف لازم کا مخفف ہے اس سے میم کو لیکر لفظ لازم کیلئے بطور رمز وعلامت مقرر فرمایا۔

فائدہ: اسکو سمجھنے سے پہلے یہ جاننا مفید ہوگا کہ عام گفتگو نیز تمام زبانوں کا حال یہ ہے کہ جہاں بات ختم ہو وقف کیا جاتا ہے اور بات جاری ہو تو وصل کیا جاتا ہے لہذا ماحول ہی یہ ہو گیا ہے کہ وقف کرنے سے معنوی انقطاع اور وصل کرنے سے معنوی تعلق کا باقی ہونا مفہوم ہوتا ہے

تنبیہ: ۔ اس لازم کا معنی ضروری ہے مگر یاد رہے کہ یہ لزوم وجوب شرعی نہیں بلکہ عرفی و اصطلاحی ہے لہذا اسپر وقف نہ کرنے سے شرعاً گنہگار نہ ہوگا بلکہ اسکے معنی یہ ہیکہ ائمہ وقف کے نزدیک اسپر وقف ضروری ہے کیونکہ وقف نہ کرنے سے معنی غیر مراد کا توہم ہوتا ہے جسکو علامہ جزریؒ نے فرمایا۔

ولیس فی القرآن من وقف وجب ۔ لیکن بالقصد اسکے خلاف کرنا جائز نہیں

اس علامت کو علامہ سجاوندیؒ نے ایسی جگہ مقرر فرمایا جہاں کلام تام ہو گیا ہو اور وصل کرنے سے معنی غیر مراد کے توہم کا امکان ہو جسکو ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں جہاں وصل سے معنوی خلل ہوتا ہے جو کہ قبیح ہے اس قباحت سے بچانے کیلئے علامہ سجاوندیؒ نے میم کا رمز مقرر فرمایا تاکہ خطرہ ہی نہ رہے مثلاً اصحاب النار ۝ الذین یحملون العرش میں وصل سے اصحاب نار کا حاملین عرش ہونے کا توہم ہوتا ہے

وقف لازم قرآن مجید میں علی اختلاف الاقوال ۸۲ یا ۸۵ جگہ پر واقع ہے

نوٹ :۔ اس وقف لازم کے مختلف پہلو پر کتب فن میں گفتگو کی گئی ہے جسکو بخوف طوالت نظرانداز کیا جاتا ہے۔

فائدہ :۔ علامہ سجاوندیؒ کی علامات سے میم پر بعض حضرات کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ علامہ نے بعض ایسے مقامات پر بھی میم کی علامت میم لگادی ہے جہاں مابعد کے ماقبل کے ساتھ وصل کرنے سے کوئی معنوی خرابی لازم نہیں مگر یہ کوئی نئی بات نہیں ہے خود ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ اشکال نقل فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ اسکے جوابات بھی دئے ہیں

مثلاً المنح الفکریہ میں صفحہ ۶۲ پر بحث کرتے ہوتے تحریر فرماتے ہیں کہ وقد جاء فی سؤال عن بعض فضلاء الیمن فی الفرق بین قوله تعالیٰ والیٰ عاد اخاهم هوداً وبین قوله سبحانه والیٰ ثمود اخاهم صالحا حیث جعل رمز الوقف علی الاول مطلقا (ای 'ط') وعلی الثانی لازما (ای 'م') مع ان مابعدهما قال یقوم اعبدوا الله مالکم من اله غیره بلا تفاوت فی الموضعین

فقلت لان الاول علم جامد لا یصلح مابعده هو قوله قال یقوم اعبدوا الله مالکم من اله غیره - وصفا له بخلاف الثانی فانه علم مشتق وقع فی صورة النکرة فقد یوهم ان مابعده نعت له۔

ط یہ وقف مطلق کی علامت ہے یہاں بوجہ ختم کلام وقف تام ہے اس وجہ سے یہاں وقف کرنا ضروری ہے تاکہ وصل کرنے سے اتصال کلام کا التباس لازم نہ آئے ۔ عث

عث یہ علامت علامہ سجاوندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی جگہ وضع فرمائی ہے جہاں کلام تام اور پورا ہوگیا ہو معلوم ہوا کہ اسپر بھی وقف لازم کی طرح کلام تام ہوجاتا ہے صرف فرق اتنا ہے کہ لازم میں کلام کے ختم ہونے کے ساتھ وصل سے معنوی خلل ہوتا ہے جبکہ اسمیں معنوی خلل نہ ہوگا جس سے یہ سمجھ میں آیا کہ باعتبار علت دونوں قریب ہیں لہذا اس علامت کی قوت بھی لازم سے قریب قریب ہے اسلئے اسپر بھی وقف ضروری ہے جیسے وعلى سمعهم ط اسکے بعد والا جملہ اس سے بالکل جدا ہے اور وعلى ابصارهم کو اس سے جوڑ نہیں ہے

ط یہ وقف مطلق کی علامت ہے جو لفظ مطلق ہی کا ایک حرف ہے بجائے پورے کلمہ کے تخفیفاً ط کو اسکا رمز قرار دیا گیا ہے یہاں درمیانی حرف کو بطور رمز اختیار کیا اسلئے کہ حرف اول م مستقل رمز ہے ۔

چونکہ یہاں کلام ختم ہوگیا ہوتا ہے اور اسکے مابعد کو اس سے جوڑ نہیں ہوتا تو کلام کا ختم ہونا متقاضی ہے وقف کا چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ "اسپر وصل جائز نہیں بلکہ وقف ہی ہوگا تاکہ کلام کا مفہوم واضح ہوجائے" جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعد وقف کے ابتداء ہی ہوگی اعادہ جائز نہ ہوگا کیونکہ اعادہ وصل کے حکم میں ہے اسلئے اعادہ سے کلام کے اتصال کا التباس ہوگا۔ مثلاً وعلى سمعهم ط وعلى ابصارهم

فائدہ :- مذکورہ گفتگو سے معلوم ہوا کہ 'م' 'ط' کے مقابلہ میں زیادہ قوی علامت ہے ۔

ج یہ وقف جائز کی علامت ہے اس پر بوجہ تفہیم معنی و تحسین قراۃ وقف کرنا مستحسن ہے علے

علے
جائز کے لفظ میں سے صرف ج کو اختصاراً اسکا رمز مقرر فرمایا مراد یہ ہے کہ اس علامت پر وقف و وصل دونوں جائز ہیں

یہ علامت علامہ سجاوندیؒ نے قرآن شریف میں ایسی جگہ وضع فرمائی جہاں دلیل وقف و وصل دونوں موجود ہوں مثلاً سورۃ نمل میں "وجعلوا اعزۃ اھلہا اذلۃ" یہ حضرت بلقیس کا کلام ہے مگر اسکے بعد وکذالک یفعلون کے متعلق دو احتمال ہیں ممکن ہے کہ ماقبل کی طرح یہ بھی حضرت بلقیس کا کلام ہو جو کہ دلیل وصل ہے بلقیس کے کلام کے دونوں جملے متصل رہینگے اور کلام واحد متصل ہی رہنا چاہتے جسکا تقاضہ یہ ہے کہ وصل ہو۔

اور اگر وکذالک یفعلون اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تو ماقبل سے منفصل ہونے کی وجہ سے وقف کا متقاضی ہے جو دلیل وقف ہے۔

اب چونکہ اس آیت میں اور اس علامت پر دونوں علتیں موجود ہیں لہذا وقف و وصل دونوں صحیح ہیں جسکا پتہ خود لفظ جائز سے چلتا ہے البتہ مزید یہ فرماتے ہیں کہ ایسے ذو جہتین محل میں وقف مستحسن ہے تاکہ وقف کے ذریعہ جہت واحدہ کی تعیین ہوکر معنی و مفہوم کی تفہیم میں سہولت رہے جو بات وصل سے حاصل نہ ہوگی۔ اور تفہیم معنی کے ساتھ تلاوت کرنا محاسن تلاوت میں سے ہے لہذا ان محاسن کے حصول کیلئے وقف کرنا مستحسن ہے جس سے یہ مفہوم ہوا کہ وقف و وصل دونوں باعتبار علت کے مساوی ہیں البتہ وقف کا مستحسن ہونا خارجی وجہ سے ہے لیکن وقف کی صلاحیت بلکہ وقف کے مختار ہونیکی وجہ سے وقف کے بعد ہمیشہ ابتداء ہوگی۔ اعادہ جائز نہیں۔

تنبیہ :- یہ وہ مواقع ذکر کئے گئے ہیں جو انفصال کلام کو مقتضی ہیں اور قاری وقف کرنے کا مکلف ہے آگے وہ مواقع ذکر کئے جاتے ہیں جہاں قاری کو اختیار ہے اور بوجہ عدم ضرورت وقف کرنے کا مکلف نہیں۔

ز یہ وقف مجوز کی علامت ہے اسپر وقف کرنے کی اجازت دی گئی ہے جبکہ وقف تو یہ علامت جیم وغیرہ دور ہو کیونکہ یہ وقف ضعیف ہے[عک]

تنبیہ :- گرچہ مذکورہ تمام علامات وقف کلام کے منفصل ہونیکی وجہ سے وقف کی متقاضی ہیں مگر یہ بھی ذہن نشین رہے کہ انکے وقفی تقاضے باعتبار قوۃ کے مختلف ہیں اور آئندہ علامات کے متعلق یہ یاد رہے کہ انمیں بھی اسطرح قوۃ میں اختلاف ہوگا لیکن مذکورہ علامات کی آخری علامت آئندہ علامات کی بنسبت وقفی قوۃ زیادہ رکھتی ہے

فائدہ :- مذکورہ علامات وقف میں باعتبار قوۃ ترتیب اسطرح ہے اولاً م پھر ط پھر ج

[عک] ز دیگر علامات کی طرح یہ لفظ مجوز کا مخفف ہے بوجہ اختصار ز کو اسکا رمز مقرر کیا یہ علامت علامہ سجاوندیؒ نے ایسی جگہ وضع فرمائی جہاں وقف و وصل دونوں کی دلیل موجود ہوں اور دلیل وصل قوی ہو۔ جیسے وعلی ابصارھم غشاوۃ الخ

کفار کے عذاب کا تذکرہ اسطرح ہے کہ غشاوۃ تک دنیوی عذاب کو بیان کیا ہے گویا کہ غشاوۃ پر عذاب دنیوی کی تکمیل اور اسکے بعد عذاب اخروی ہے تو چونکہ دونوں عذاب مختلف ہیں اور ایک کا بیان غشاوہ پر ختم ہوا یہ دلیل ہے وقف کی اور اس اعتبار سے کہ اگرچہ دنیوی اور اخروی کا فرق ہے یہ دونوں مجموعی طور پہ کفار کیلئے عذاب ہیں یہ دلیل وصل ہے اور یہی قوی بھی ہے انکے کفر کی سزا مکمل اس وقت ہوگی جبکہ دونوں قسم کے عذاب کا تذکرہ ہو ورنہ ناقص ہوگی

ص ۔ یہ وقف مرخص کی علامت ہے یہاں عندالضرورۃ وقف کرنے کی اجازت دی گئی ہے یہ علامت بھی وقف ضعیف کی ہے عٓـہ

بقیہ صفحہ گذشتہ

حکم :۔ اوپر کی تفصیل نیز متن کی عبارت "اجازت دی گئی ہے" معلوم ہوا کہ دلیل وصل کے قوی ہونے کی وجہ سے وقف اختیاری نہ ہونا چاہئے البتہ علامات قویہ دور ہونے کے وقت ضرورۃ وجود دلیل وقف (گو ضعیف ہی) کی وجہ سے وقف کی اجازت دی گئی ہے اور چونکہ دلیل کے تحت ہوا ہے لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہ رہیگی۔

عٓـہ یہ ص لفظ مرخص کا مخفف ہے جو لوجہ اختصار بطور رمز مقرر کیا گیا ہے اسکو علامہ سجاوندی رح نے ایسی جگہ مقرر فرمایا ہے جہاں دو کلام اس طور پر واقع ہوں کہ دونوں کے درمیان لفظی و معنوی تعلق موجود ہوں البتہ دونوں کی استقلالی حیثیت بھی ہو کہ ایک دوسرے کے بغیر مفہوم ادا کر سکیں مثلاً الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناءً صؔ وانزل من السماء ماءً انزل کا معطوف علیہ جعل ہے لیکن اگر جملہ ثانی نہ ہو تو صرف اول ہی سے مقصود واضح ہو جاتا ہے اور اگر جعل الخ نہ ہو تب بھی انزل الخ اپنا معنی ادا کریگا

حکم :۔ اسمیں بھی بوقت ضرورت وقف کی رخصت ہے لہٰذا وقف اختیاری صحیح نہیں البتہ وقف کرنے کے بعد دونوں کے مستقل ہونے کی وجہ سے ابتدا ہوگی اعادہ نہ ہوگا

اس حکم کے متعلق خود حضرت قاری صاحب معرفۃ الوقوف میں فرماتے ہیں کہ اس جگہ نہایت مجبوری کی حالت میں جب قاری کی سانس تنگ ہونے لگے تو وقف کی اجازت و رخصت ہے۔

فائدہ :۔ چونکہ قاری کو مثل مسافر کہا گیا ہے اور اوقاف کو مثل منازل کے جسطرح اختیاری طور پر مسافر کسی بڑی ہی منزل پر ٹھہرتا ہے کہ ضرورت پوری ہو سکے اسی طرح قاری کو بھی وقف اختیاری کیلئے علامات قویہ کا التزام کرنا چاہئے

ق - یہ علامت قیل علیہ الوقف کی ہے اسپر وقف کرلیا گیا تو کوئی حرج نہیں لیکن وقف ضعیف ہے [ع۹]

[ع۹] فائدہ :- یہاں تک جن علاماتِ وقف کا ذکر ہوا یعنی م ۰ ط ۰ ج ۰ ز ۰ ص جنکو ابو جعفر محمد بن طیفور السجاوندی نے وضع فرمایا تھا انکے علاوہ دیگر بھی علاماتِ وقف وہ ہیں جنکو سجاوندی کے بعد کے لوگوں نے وضع فرمایا ہے مگر انکے متعلق تعیین کے ساتھ باوجود تتبع کے یہ نہ مل سکا کہ انکا واضع کون ہے پھر بھی گجرات کے تاریخی شہر پٹن کے قدیم کتب خانہ سے استفادہ کے دوران ایک کتاب السجاوندی کے نام سے نظر سے گذری گرچہ وہ کتاب علامہ سجاوندی کی تو نہیں ہے پھر بھی قدیم مخطوطہ ہے اور علم وقف پر بڑی اہم کتاب ہے جسمیں ان علامات کے باب میں اسکی عبارت وبعد اذاں اسوۃ القراۃ مفخر الفضلاء تاج الملۃ والدین مصحح بخاری سے کم از کم اتنا پتہ چلتا ہے کہ انکا واضع کوئی بخاری ہے جنہوں نے ان بقیہ علامات کو وضع فرمایا ہے ۔

بہر حال ق یہ قیل علیہ الوقف کا مختصر ہے واضع نے اسکو ایسی جگہ وضع فرمایا ہے جہاں بعض علماء وقف کو فرماتے ہوں مگر خود واضع انکے اس قول سے راضی نہ ہو چنانچہ اسپر وقف کرنے کو لفظ قیل سے بیان کیا اسکا ضعف واضح ہو جاتا ہے کیونکہ یہ علامت عموماً ایسی جگہوں میں ہے جہاں زیادہ سے زیادہ وقف حسن یا وقف صالح ہے بلکہ بعض مواقع تو ایسے ہیں جہاں وقف کی گنجائش ہی نہیں ہے مثلاً آیت اقول ما لیس لی قا بحق میں ما لیس لی پر علامت قا ہے مگر جیسا کہ صاحب منار الہدی نے فرمایا اس جگہ پر بعض لوگوں نے وقف تو کیا ہے مگر یہ محل وقف نہیں ہے اور انکا اسکو محل وقف قرار دینا خطا ہے جسکی دو وجہ بھی بیان فرمائی ہے معلوم ہوا کہ وقف اختیاری کیلئے یہ محل نہیں ہے بالخصوص مثال مذکور لہذا صرف بوقت ضرورت ہی اسکا سہارا لیا جا سکتا ہے اور اسی وجہ سے واضع نے اسکو ضعیف قرار دیا

ک یہ علامت کذالک کی ہے یہ اگر علامت وقف کے بعد واقع ہو تو وقف کے حکم میں ہے اور اگر علامت وصل کے بعد واقع ہو تو وصل کے حکم میں ہے۔ ع۱۰

بقیہ صفحہ گذشتہ

رہا اس علامت کا حکم تو اگر یہ علامت محل حسن پر ہے تو اولیٰ تو یہ ہے کہ اسپر وقف ہی نہ ہو مگر بوقت ضرورت کرلیا تو وقف حسن کے حکم کے تحت درمیان آیت میں اعادہ ضروری ہے لیکن جن حضرات کے یہاں یہ محل وقف ہے انکے نزدیک اسپر وقف کر لینے کے بعد اعادہ نہ ہوگا۔

ع۱۰ لفظ کذالک میں سے صرف ک کو بوجہ اختصار رمز مقرر فرمایا خود لفظ کذالک اور متن پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوکہ اسکا محل وقف یا محل وصل ہونا اپنے ماقبل کے تابع ہے یعنی اگر ماقبل میں علامت وقف ہو تو یہ بھی محل وقف ہے اور جو علامت اسکے ماقبل میں ہے وہی علامت یہاں پر بھی جائیگی اور ماقبل میں علامت وصل ہو تو یہ بھی اسکی طرح محل وصل ہے۔

اور جیسا کہ صاحب تحفۂ نذیریہ نے لکھا ہے کہ اس وقف کا حکم اپنے ماقبل کی طرح لازم مطلق، جائز وغیرہ سب ممکن ہے

خلاصہ یہ ہے کہ ک اپنے ماقبل کے ساتھ دلیل وقف یا وصل میں مشترک ہونیکی وجہ سے حکم میں بھی مشترک ہوگا۔

فائدہ:- قاری فتح محمد صاحب پانی پتیؒ نے لکھا ہے کہ آج کل کے مصاحف میں یہ رمز مستعمل نہیں۔

قف یہ قِدْ یُوْقَفُ کا مخفف ہے صیغۂ امر نہیں ہے اگر اس پر وقف ہو گیا تو کوئی حرج نہیں البتہ وقف اختیاری بہتر نہیں ہے ع۱۱

صل یہ قدیوصل کا مخفف ہے یہ بھی صیغۂ امر نہیں ہے اس پر نسبت وقف کے وصل پسند کیا گیا ہے اور قدیوقف کا مقابل ہے ع۱۲

ع۱۱ قدیوقف میں قد کے اوّل سے 'ق' کو اور یوقف کے اخیر سے 'ف' کو لیکر 'قف' بنایا یہ صیغۂ امر نہیں ہے جیسا کہ بعض نے اسکے صیغۂ امر ہونے کی صراحت کی ہے اس اعتبار سے کہ اگر اس مقام پر قاری سے وصل کا اندیشہ ہو تو اسکو بطور تنبیہ کہا جا رہا ہے کہ قف یعنی وقف کر۔

مگر حقیقت اسکی یہ ہے کہ جہاں کہیں دلیل وصل و وقف دونوں موجود ہوں اور جانب وقف راجح ہو تو قف بطور رمز مقرر کیا جاتا ہے جس سے یہ مفہوم ہوا کہ صیغۂ امر ہونے کیلئے دلیل وصل کا نہ ہونا یعنی صرف دلیل وقف کا ہونا ضروری ہے حالانکہ یہاں دلیل وصل و وقف دونوں ہوتی ہیں لہذا یہ صیغۂ امر نہیں ہے

حکم:۔ لیکن دلیل وصل موجود ہونیکی وجہ سے یہ بھی مفہوم ہوا کہ وقف اختیاری نہ ہونا چاہئے ہاں بوقت ضرورت وقف کی گنجائش ہے البتہ دلیل وقف کے راجح ہونیکی وجہ سے بعد وقف کے ابتداء ہوگی اعادہ نہ ہوگا مثلاً وملئکتہ وکتبہ ورسولہٖ۔

ع۱۲ یہ قدیوصل کا مخفف ہے جس سے مفہوم ہوا کہ یہ لفظ صیغۂ امر نہیں ہے جیسا کہ مشہور ہے اسکی حقیقت یہ ہے کہ جس جگہ دلیل وقف و وصل دونوں موجود ہوں مگر دلیل وصل راجح ہو تو اس جگہ اس علامت کو وضع کیا جاتا ہے علت کی تفہیم سے اس علامت کے حکم کی تخریج آسان ہو گئی کہ جب دونوں علتیں موجود ہیں تو وقف و وصل دونوں جائز ہی ہونگے البتہ دلیل وقف کی بنسبت دلیل وصل کے راجح ہونیکی وجہ سے بنسبت وقف کے وصل راجح ہوگا مگر دلیل وقف کے موجود ہونیکی وجہ سے بوقت ضرورت وقف کی گنجائش ہے پھر بعد وقف کے دلیل وقف کے سبب اعادہ نہ ہوگا بلکہ ابتدا ہوگی

تنبیہ قف اور صلے یہ دونوں بھی اگرچہ وقفِ اضعف کی قسمیں ہیں لیکن ان دونوں میں یہ فرق ھیکہ قف پر بمقابل صل وقف راجح ہے اور صلے میں وصل راجح ہے

صلی یہ الوصل اولیٰ کا مخفف ہے یہاں بوجہ تعلق لفظی کے وصل ہی کرنا چاہئے یہ اگرچہ وقف حسن کی علامت ہے اور جواز وقف کی صورت ہے لیکن وقف کرنے کے بعد یہاں اعادہ ضروری ہے [ع۱۳]

[ع۱۳] بوجہ تعلق لفظی کے الخ اس علامت کو ایسی جگہ وضع کیا ہے جہاں تعلق لفظی ہو اور ظاہر ہے کہ جہاں تعلق لفظی ہو معنوی ضرور ہوگا جسکا حاصل یہ ہے کہ یہ محل حسن ہے جو وقف اختیاری کیلئے محل ہی نہیں ہے لہذا اسپر وقف اختیاری صحیح نہ ہوگا البتہ اسپر وقف غیر اختیاری ہو گیا تو اعادہ ضروری ہے کیونکہ اس جگہ وصل قوی ہے مثلاً لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر صلے وما مسنی السوء ان دونوں میں تعلق لفظی یہ ھیکہ لاستکثرت اور وما مسنی دونوں جواب لو ہے اور جب تعلق لفظی ہے تو تعلق معنوی کا ہونا ظاہر ہے اور وہ یہ کہ لو کنت اعلم الغیب کا نتیجہ استکثار خیر و عدم مس سوء ہے اگر وقف کے ذریعہ ان دونوں کے مابین فصل کیا جائے تو نتیجہ کی تکمیل نہ ہوگی لہذا اسپر وقف اختیاری جائز نہیں اور وقف اضطراری ہو جانے پر اعادہ ضروری ہے ۔

8 لا یہ لا وقف علیہ کا مخفف ہے اور وقف قبیح کی علامت ہے اس جگہ باقتضاء اتصال کلام وصل کرنا ضروری ہے کیونکہ اس جگہ وقف کرنے سے قباحت لازم آئیگی اسی وجہ سے اسپر وقف ناجائز ہے ۱۴۰۔

---

۱۴۰ یہ علامت وقف قبیح کی ہے الخ اسکو اسطرح سمجھیں کہ قباحت کی دو قسمیں ہیں : قبیح ۲ اقبح یہ علامت ان دونوں کو شامل ہے لہٰذا ایسی جگہوں میں وقف کرنا قبیح یا اقبح ہوگا جسکی تلاوت میں کسی طرح گنجائش نہیں ہے نیز اصول تلاوت کے مطابق کلام کا لفظاً و معنیً متصل ہونا وصل کا متقاضی ہے اور وقف کیلئے مانع ہے کیونکہ ایسی جگہ وقف سے مراد خداوندی کے خلاف معنیٰ کا وہم ہوتا ہے علامہ سجاوندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس علامت کو ایسی جگہ وضع فرمایا جہاں وقف اختیاری صحیح نہیں ہے اس حقیقت سے اسکا حکم بھی مفہوم ہو جاتا ہے کہ بلا ضرورت وقف صحیح نہیں ہے البتہ اضطراراً وقف ہو گیا تو ماقبل سے اعادہ ضروری ہے ابتداء نہ ہوگی تاکہ مربوط کلام کے متعلق منقطع ہونیکا نیز مراد خداوندی کے خلاف ہونیکا وہم پیدا نہ ہو۔

نوٹ :- بعض لوگوں نے اس علامت لا کو لا ابتدا منہ کا مخفف قرار دے کر لا وقف علیہ کے مفہوم کی تردید کی ہے انشاء اللہ اختتام بیان پر اسکی ضروری وضاحت کی جائیگی ۔

"اس پر وقف ناجائز ہے" اس سے مراد عرفی و اصطلاحی عدم جواز ہے نہ کہ شرعی جسکو علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ نے ولا حرام غیر مالہ سبب سے بیان فرمایا ہے لہٰذا جو لوگ اسپر وقف اضطراری کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے اسلئے اضطرار میں تو قاری معذور ہوتا ہے اتنی بات ضرور ہے کہ اضطراراً وقف ہو جانیکے بعد اعادہ کرنا ضروری ہوگا تاکہ پیدا شدہ قباحت

قلا یہ وقف مختلف فیہ کی علامت ہے اور قیل لا وقف علیہ کا مخفف ہے اس جگہ وقف نہ کیا جاتے تو بہتر ہے جنکے نزدیک یہاں وقف معتبر ہے انکے نزدیک اعادہ نہ ہوگا بعث[۱۵]

دور ہو جاتے البتہ مذکورہ علامت گول دائرہ پر ہو تو اسکا مستقل حکم آرہا ہے

فائدہ :۔ مصنف علیہ الرحمہ نے اسپر عدم جواز کا حکم لگایا وجہ اسکی یہ ہیکہ اس عدم جواز سے وقف اختیاری کا عدم جواز ہے کیونکہ وقف اختیاری کیلئے ایسا محل ضروری ہے جہاں وقف وابتداء دونوں صحیح ہوں اور علامت لا ایسے مقام کیلئے وضع ہوتی ہے جہاں وقف ہی صحیح نہ ہو اور اگر وقف صحیح بھی ہو تو ابتداء کرنا صحیح نہ ہو لہذا مصنف علیہ الرحمہ نے اسپر عدم جواز کا حکم لگایا

فائدہ :۔ اس وقف قبیح میں قبیح بمعنی لزوم کفر یا معصیت نہیں بلکہ عدم استحسان ہے اور مدار اس قبیح کا ایہام پر ہے کہ جہاں فصل موہم ارادۂ غیر مراد ہوتا ہے وہاں وقف قبیح سمجھا جاتا ہے ۔

[۱۵]
یہ قیل لا وقف علیہ کا مخفف ہے جس سے پتہ چلا کہ اسکے باب میں دو رائے ہیں ـــ

۱ یہ محل وقف ہے ۲ محل وقف نہیں ہے اب اسکے حکم کے متعلق فرمارہے ہیں کہ اس جگہ وقف نہ کرنا بہتر ہے گویا یہ محل وقف نہیں ہے لہذا اولا وقف نہ ہونا چاہئے لیکن اگر وقف کرلیا گیا تو پھر محل وقف نہ ہونے کی وجہ سے اعادہ ضروری ہے البتہ اسکو جن لوگوں نے علامت وقف قرار دیا ہے انکے نزدیک جب محل وقف ہی ہے تو اسپر وقف کے بعد ابتداء ہی ہوگی اعادہ صحیح نہ ہوگا نتیجہ یہ ہوا کہ اس علامت کے یہ دونوں پہلو ہیں قاری انمیں سے جسکو چاہے اختیار کرسکتا ہے

البتہ مصنف علیہ الرحمہ کا رجحان اسکے متعلق محل وقف نہ ہونے کی طرف معلوم ہوتا ہے لہذا بعد وقف کے اعادہ ہوگا لیکن راجح یہ ہے کہ اسپر وقف اولی جسکی ظاہری دلیل یہ ہے کہ خود قیل لا وقف علیہ کو دیکھا جائے تو اسمیں سے یہ نکلتا ہے کہ لا وقف علیہ کو قیل سے کہا گیا ہے اور مسئلہ مختلف فیہ میں جسکو قیل سے بیان کیا جائے وہ ضعیف ہوتا ہے گویا مقصد یہ ہوا کہ لاوقف علیہ کہنا ضَعِیف ہے اور وقف کہنا اسکی لنسبت قوی ہے

دوسری دلیل یہ ھیکہ یہ علامت جسکی جگہ ہے وہ محل کافی میں ہے یا محل اکفی میں اور ظاہر ہے کہ محل کافی یا محل اکفی یہ محل وقف ہے لہذا بعد وقف کے ابتدا ہی ہونی چاہئے (جیکہ دیگر کئی علامت ایسی گذری جنمیں علت وقف اتنی قوی نہ ہونے کے بعد بھی اسکو محل وقف قرار دیکر بعد وقف کے ابتداء کو فرمایا) تو حق یہ ہے کہ یہ محل وقف جائز ہے مگر وقف اولی ہے جیسا کہ المکتفی فی "الوقف والابتداء" کے مقدمہ میں ہے جس سے قلا پر وقف کے اولی ہونیکی تصدیق ہوتی ہے قلے علامۃ الوقف الجائز مع کون الوقف اولی نحو قل ربی اعلم بعدتہم ما یعلمہم الا قلیل قلے فلا تمار فیہم الا اور یہی عبارت بلفظہ ایک محقق عربی مصحف میں بھی موجود ہے جسکو اصطلاحات الضبط کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔

مطبوعہ الدار الشامیہ للمعارف بدمشق ۱ رجب سنہ ۱۴۰۲ ھجری

لا ○ اسی کو آیت لا کہتے ہیں یہاں وقف قبیح نہیں ہے بلکہ آیت ہونیکی وجہ سے وقف جائز ہے البتہ بوجہ محل وقف نہ ہونے کے وصل بہتر ہے لیکن وقف کرنے کے بعد اعادہ نہ کرنا چاہیئے ع۱۶

ع۱۶

یہ دو علامتوں کا مجموعہ ہے جن دونوں کا علیحدہ طور پر بیان ہوچکا ہے جسکو یوں سمجھیں کہ ان دونوں علامتوں میں حیثیت کا فرق ہے تکمیل آیت کی علامت ○ (گول دائرہ) تو پہلے ہی سے ہے اسکے علاوہ تعلق لفظی و معنوی کی حیثیت سے علامہ سجاوندیؒ نے اسپر علامت لا وضع فرمائی مگر یہ دونوں متضاد کیونکہ گول دائرہ پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وقف ثابت ہے اور لا علامت وصل ہے لہٰذا عملاً پریشانی کا لاحق ہونا بدیہی ہے جسکو حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ نے اس طرح حل فرمایا کہ دونوں کے متضاد تقاضوں کی رعایت ہو جاتی ہے اس طور پر کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ وقف فرمائیں اسپر وقف کو کون قبیح کہہ سکتا ہے لہٰذا فرمایا کہ اسپر وقف قبیح نہیں جیسا کہ صرف علامت لا پر ہوتا ہے لہٰذا اسپر بوجہ اتباع سنت وقف تو جائز ہے لیکن اگر اتباع سنت مقصود نہ ہو تو دونوں تعلق کے باقی ہونیکی وجہ سے وقف کی بنسبت وصل بہتر ہے جو کہ رعایتِ علامتِ لا ہے لیکن پھر فرمایا کہ اگر وقف کر دیا ہے تو علامت لا کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اعادہ جائز نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جگہ وقف کے بعد ابتداہی منقول ہے اعادہ نہیں لہٰذا اگر اعادہ کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت لازم آئیگی جو کسی طرح روا نہیں ہو سکتی۔

نوٹ :- لیکن یہ یاد رہے کہ گول دائروں پر وقفاً اتباع سنت کی نیت نہ ہو تو اس جگہ بجائے وقف کے لفظی و معنوی رعایت میں وصل کرنا کسی طرح مخالفت سنت نہ ہوگا بلکہ بہتر ہوگا مثلاً فویل للمصلین ○ پہ۔

ؔ یہ وقف معانقہ کی علامت ہے قرآن مجید کے حاشیہ پر معانقہ کا مخفف مع لکھا رہتا ہے اور درمیان آیت میں دو جگہ تین تین نقطہ مرسوم ہوتے ہیں مثلا لاریب ؔ فیہ ؔ ھدی للمتقین ○ وغیرہ وقف معانقہ کا حکم یہ ہیکہ نہ دونوں جگہ وقف کرنا چاہئے ورنہ درمیان والا کلمہ بے ربط ہوجائیگا اور نہ وصل تاکہ معنی سمجھنے میں تکلّف نہ ہو لہذا وصل اوّل وقف ثانی یا وقف اوّل وصل ثانی کرنا چاہئے بحث[۱۷]

ؔ[۱۷] معانقہ بمعنی گلے لگنا جو دلیل تعلق ہے لفظ معانقہ کی تخفیف کیلئے بطور رمز تین تین نقطوں کو منتخب فرمایا

وجہ انتخاب :۔ یہ ہیکہ لفظ معانقہ میں کل ی ن و ق کے مجموعی تین نقطے ہیں حقیقت اسکی یہ ہیکہ وقف کے دو مساوی الحیثیت موقع جب قریب قریب جمع ہوں یعنی آیت کا کوئی کلمہ معنیً اپنے ماقبل و مابعد دونوں سے متعلق ہو تو اسکا نام اصطلاح میں معانقہ ہے جیسے مثال مذکور میں فیہ ہے

(محقق فن علامہ جزری رحؒ نے نشر جلد اوّل صفحہ ۲۳۷ پر اسکی وضاحت فرمائی ہے کہ اس علامت کی سب سے پہلے نشاندہی امام ابوالفضل رازی رحؒ نے فرمائی ہے)

حکم :۔ جیساکہ مصنف علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا "نہ دونوں جگہ وقف" الخ جیسے مثال مذکور میں لاریب وقف فیہ وقف ھدی للمتقین ○ اس طرح وقف کیا جاتے تو فیہ جو کہ معنوی اعتبار سے ماقبل یا مابعد سے متعلق تھا بے معنی ہو کر رہ جائیگا جس سے مراد خداوندی کے خلاف لازم آئیگا۔

"اور نہ دونوں جگہ وصل" اس وجہ سے کہ اگر لاریب فیہ ھدی للمتقین
کو اس طرح وصلاً پڑھا تو پریشانی یہ درپیش ہوگی کہ معنوی اعتبار سے فیہ کا تعلق ماقبل سے
قرار دیا جاتے یا مابعد سے حالانکہ وقف و وصل تو ہوتے ہی ہیں معنوی وضاحت کیلئے
اور یہاں یہی سبب بن رہے ہیں معنوی پیچیدگی کا جو مقصد وصل و وقف کے خلاف ہے لہٰذا
وقف کل یا وصل کل دونوں صورتیں ناجائز ہیں اور بقیہ دو صورتیں یعنی وقف اوّل وصل
ثانی یا وصل اول وقف ثانی جائز ہیں۔

مگر جیسا کہ حضرت قاری حفظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فصل کل تو بالاتفاق
غیر جائز ہے مگر وصل کل معنوی دقت کے تحت ناجائز تھا جسکا حاصل یہ نکلا کہ اگر دقت یا
اندیشہ دقت نہ ہو مثلاً سامع موجود نہ ہو یا معنوی کسی ایک طرف کو خود متعین کر کے وصل
کر لیا جاتے تو پریشانی نہ ہونے کی وجہ سے یہ صورت بھی جائز ہے گرچہ پھر بھی غیر اولیٰ ہے۔
اور اسکی تائید اصول تجوید "اما الوصل فھو اصل فی القرأۃ" سے بھی ہوتی ہے لہٰذا وصل
کل وصل اوّل فصل ثانی۔ فصل اوّل وصل ثانی یہ تین جائز ہیں جسمیں سے وصل کل غیر اولیٰ ہے
اور فصل کل بالاتفاق ناجائز ہے

وقف معانقہ تعداد:۔ یہ وقف معانقہ کل چونتیس ہیں مگر پھر اسمیں تفصیل یہ ھیکہ
متقدمین کے یہاں وقف معانقہ ۱۶ تھے بعد میں متاخرین ائمہ کرام نے اسی علت کے تحت دوسرے
۱۸ کا اضافہ فرمایا اسطرح چونتیس ہو گئے یہی وجہ ھیکہ عموماً مصاحف میں عند المتقدمین والمتاخرین
کی تعیین بھی ہوتی ہے لیکن قاری و مقری شیخ احمد دہلویؒ اپنی ایک تصنیف (جسکو اس ناقص نے
کتب خانہ پیر محمد شاہ احمد آباد میں دیکھا) قواعد التجوید میں تحریر فرماتے ہیں کہ
صاحب تفسیر نیشاپوری نے بدلیل لکھا ھیکہ وقف معانقہ بلا اختلاف مطلقاً چونتیس ۳۴ جگہ ہیں
جو چاہے غیر مشہور ہو مگر اسکا مدلل ہونا اسکے دفع ہونے پر دال ہے

وقفہ لفظ وقف سکتہ کی ہا کے ساتھ یہ الوقف مع السکت کا مخفف ہے یعنی جس قدر وقف میں تاخیر ہوتی ہے اتنی ہی تاخیر کے ساتھ سکتہ کیا جاتے یہ در حقیقت وقف نہیں ہے بلکہ سکتہ طویلہ ہے یہ ایسے موقع پر جاتا ہے جہاں وقفہ مرسوم ہو لیکن اصل سکتہ جائز نہیں اس موقع پر بجائے وقفہ کے وقف بھی جاتا ہے لیکن وقفہ بہتر ہے باقی سکتہ کا مفصل بیان آٹھویں سبق میں آئیگا ع[۱۸]

ع[۱۸] الوقف مع السکت کی حقیقت خود اسکے نام سے واضح ہے دونوں کے مجموعہ کا نام ہے جب علت سکتہ (جسکا بیان آئندہ سبق میں آئیگا) و علت وقف کلام میں انقطاع) دونوں موجود ہوں تو یہ محل وقف ہے چنانچہ اسکی ادائیگی و تلفظ میں دونوں کی رعایت ملحوظ رکھی گئ کہ صرف آواز بند کر کے سانس کا جاری رکھنا یہ تو سکتہ ہے مگر اصل سکتہ کی تاخیر سے زیادہ وقف کے برابر تاخیر وقفہ ہے کہ سننے والے کو وقف کا توہم ہو جاتے۔

اسپر اصل سکتہ جائز نہیں ۔ اصل سکتہ سے مراد روایتی سکتہ ہے جو واجب ہے یعنی واجب سمجھ کر یا یہ سمجھ کر کہ یہ سکتہ بروایت حفصؒ ثابت ہے ایسا کرنا جائز نہیں ورنہ کذب فی الروایت لازم آئیگا اور جسکا ثبوت روایۃً نہیں ہے اسکو روایت قرار دینا یہ حرام ہے جسکو علماء نے ضمن اظلم ممن افترٰی علی اللّٰہ کذبًا میں شامل فرمایا ہے لہذا بلا اعتقاد روایت سکتہ طویلہ کرنا ہوگا مگر اسکو سکتہ مرویہ کی طرح واجب گرداننا صحیح نہیں ہے

چونکہ اسمیں علت وقف بھی ہوتی ہے اسلئے محض وقف بھی جاتا ہے مگر یہاں وقفہ مرسوم ہونے کی وجہ سے سکتہ کا بھی مطالبہ ہے لہذا محض وقف کرنا غیر اولی ہے اسلئے کہ محض وقف کرنے سے ایک مطالبہ پر عمل اور دوسرے کا ترک لازم آتا ہے ۔

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم :۔ یہ کلام مجید کے حاشیہ پر لکھا رہتا ہے ایسے موقع پر وقف مستحب ہے اسلئے کہ درمیان آیت میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گیارہ جگہ وقف ثابت ہے۔ ع[19]

یہ نیز وقف منزل ۔ وقف غفران ۔ وقف کفران حاشیہ پر لکھے رہتے ہیں اسلئے یہاں انکے مواقع ذکر نہیں کئے گئے

وقف منزل ۔ اسکو وقف جبرئیل بھی کہتے ہیں ۱۳ موقع پر بھی وقف مستحب ہے نزول قرآن کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بس جہ وقف کیا ہے وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وقف فرمایا اسکا مطلب یہ نہیں کہ یہاں وحی منقطع ہوئی۔ ع[20]

ع[19] یہ وقف اہم اوقاف اور نہایت ضروری ہے ہر قاری کو چاہئے کہ اس جگہ وقف کر کے اتباع سنت سے مشرف ہو اور اپنے آپکو اتباع سنت کے ثواب کا مستحق بنائے پھر سہولت یہ حقیقہ قرآن مجید کے حاشیہ پر نشان دہی بھی کی گئی ہے۔

ع[20] یہ بھی گذشتہ وقف کی طرح بڑی اہمیت و برکت کا حامل ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکو باقاعدہ روایتی طور پر نقل فرمایا جسکو بعد میں آنے والے اللہ کے مقبول بندوں نے یہ سوچ کر کے کہ لوگ اس سے محروم نہ رہیں قرآن کریم کے حاشیہ پر اسکی نشان دہی فرمادی۔

اب یہاں مصنف علیہ الرحمۃ ایک غلط فہمی کا ازالہ فرمارہے ہیں کہ حضرت جبرئیل ع۔ اس وقت آنے والی وحی کا وہ اختتام تھا بلکہ اگر غور کیا جاتے تو خود ہی یہ بات نکلتی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسپر وقف فرمایا ہے (نہ کہ قطع) اور وقف کہتے ہی ہیں اسکو جسکے بعد تلاوت ہو ورنہ تو قطع ہے۔

وقف غفران ۔ یہ بھی قرآن مجید کے حاشیہ پر مرسوم ہے ایسی جگہ وقف
کرنے سے معنی کی وضاحت اور سننے والے پر بھی بشاشت پیدا
ہوتی ہے اسلئے اسکو وقف غفران کہتے ہیں یہاں وصل سے وقف
بہتر ہے [ع ۲۱]

[ع ۲۱] اس وقف کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ایسی جگہ ہوتا ہے کہ اگر اسپر وقف کر کے قاری یا سامع اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے یا اور کوئی چیز مانگے تو اللہ تعالیٰ اسکو عطا فرماتا ہے نیز اس جگہ وقف سے معنوی وضاحت ہوتی ہے بلکہ بعض مواضع میں وصل سے غلطی کا اندیشہ بھی رہتا ہے لہذا جہاں وصل سے معنوی غلطی کا اندیشہ نہ ہو تو وصل جائز ہے البتہ پھر بھی مذکورہ وجہ سے وقف بہتر ہے

نیز اس وقف کی فضیلت اور مواضع وقف مذکور پر گفتگو کرتے ہوئے صاحب "سراج القراءت" تحریر فرماتے ہیں "اور احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ من ضمن ان یقف علی عشرۃ مواضع فی القرآن ضمنت لہ بالجنۃ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص ضامن ہوا اس بات کا کہ دس مواضع میں قرآن کریم کے وقف کرے میں ضامن ہوں اسکا واسطے بہشت کے"

ان دس جگہ وقف کرنے سے کتنے بڑے انعام کا وعدہ فرمایا گیا ہے اتنی عظیم نعمت کے حصول کیلئے دس جگہ وقف کرنا کوئی دشوار نہیں لہذا قاری کو چاہیئے کہ ان جگہوں میں وقف کر کے اس نعمت کا اپنے آپکو مستحق بنائے۔

اگر روایت کی صحت پر کوئی کلام بھی ہو تو فضائل کے باب میں مضر نہیں ہے۔

نوٹ:- چونکہ خود قرآن کے حاشیہ پر "وقف غفران" لکھا ہوتا ہے اسلئے ان مواقع کی تعیین کی ضرورت نہیں ۔

وقف کفران :۔ حاشیہ پر ایسی جگہ لکھا رہتا ہے جہاں وقف کرنے سے
خاص قسم کی قباحت پیدا ہوتی ہے جسکو معنی جاننے والا ہی خوب
سمجھ سکتا ہے بلکہ اگر سامع ایسے معنی کا عقیدہ کرے تو موجب کفر ہے
ایسے موقع پر وقف نہ کرنا چاہیئے۔[ع۲۲]

ع۲۲ اسکو علماء امت اور ماہرین وقف نے ایسی جگہ وضع فرمایا جہاں کلام مربوط و متصل ہو اور وقف کرنے سے بوجہ انقطاع و انفصال سنگین قسم کی معنوی قباحت لازم آتی ہو مثلاً علی ملک سلیمان وما پر وقف اور کفر سلیمان سے ابتداء تو ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسی خرابی ہے کہ اگر ایسا عقیدہ رکھا جائے تو آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائیگا اسکو وقف کفران کہتے ہیں علماء نے اسکے بہتر[۷۲] مواضع ذکر کئے ہیں صاحب سراج القراۃ تحریر فرماتے ہیں کہ "لیکن اگر دیکھا جائے تو غالباً اس سے بھی زیادہ پائے جائینگے۔

فائدہ :۔ اوپر کی تشریح سے چند امور پر روشنی پڑتی ہے (۱) وجہ قباحت۔ معنیً متصل کلام کو وقف کے ذریعہ منقطع کرنا جو کہ مراد خداوندی کے خلاف ہے (۲) معنوی قباحت موقوف ہے غلط وقف کے بعد ابتداء پر لہٰذا غلط وقف کرنے کے بعد اعادہ کرلیا تو قباحت نہ رہیگی اسپر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ یہ وقف قبیح نہیں بلکہ ابتداء قبیح ہے لہٰذا بجائے وقف کفران کے ابتداء کفران کہنا چاہیئے مگر غور کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ یہ کوئی خاص اشکال نہیں بلکہ لفظی اختلاف ہے کیونکہ ابتداء موقوف ہے وقف پر اگر غیر محل میں کلام متصل کے درمیان وقف نہ ہوتا تو ابتداء کی غلطی کا سوال ہی کہاں رہتا؟ جس سے معلوم ہوا کہ ابتداء قبیح کا اصل سبب وقف قبیح ہے (۳) لزوم کفر موقوف ہے اعتقاد پر مطلب یہ ہے کہ اگر غلط وقف یا غلط ابتداء اعتقادی درستی و سلامتی کے ساتھ ہو تو پھر وقف

کرنا سبب کفر نہیں ہے جیسا کہ آپ محقق فن علامہ جزری علیہ الرحمۃ کا شعر پڑھ کر آتے ہیں ۔

ولیس فی القرآن من وقف وجب ۔ ولا حرام غیر ما لہ سبب ۔

بذات خود نہ ہی کوئی وقف واجب ہے اور نہ ہی اسپر وقف حرام ہے بلکہ دونوں چیزیں کسی سبب پر موقوف ہیں لہذا جب اس وقف کے ساتھ سبب کفر یعنی اعتقاد نہ ہو موجب کفر نہیں ہے گویا سبب کفر اعتقاد ہے ۔ (۴) نیز وقف اختیاری اسپر نادرست ہے ۔ لہذا اگر اضطراراً وقف ہو گیا تو فوراً اعادہ ہونا چاہئے۔ (۵) یہ محل وقف نہیں ہے بلکہ محل وصل ہے (۶) اس سے خوب احتیاط کی ضرورت ہے ۔

تنبیہات وقف

(۱) وقف کرنے کے بعد اصل یہی ہے کہ ابتدا کی جائے لہٰذا جن مواقع میں کسی حیثیت سے ابتدا ہو سکتی ہے انکو محل وقف میں شمار کرتے ہوئے مختلف قسم کی علامتیں بیان کر دی گئی ہیں لہٰذا علامت وقف پر وقف کرنے کے بعد اعادہ جائز نہیں ع۱

(۲) علامات وقف کی ترتیب اسکے قوت اور ضعف کے لحاظ سے ہے۔ سب سے قوی علامت میم ہے اور سب سے ضعیف علامت صل ہے لہٰذا حتی الامکان علامت قویہ کے ہوتے ہوئے ضعیف پر نہ ٹھیرے ع۲

ع۱ تنبیہ اوّل سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جہاں پر وقف کرنے کے بعد ابتدا ہو سکتی ہو وہ محل وقف ہے کیونکہ یہ کلام کے منقطع ہونے کی دلیل ہے اور کلام کا انقطاع علت وقف ہے لہٰذا تلاوت کے دوران مذکورہ علامتوں پر وقف ضروری ہے۔

ع۲ چونکہ عموماً ایک سانس میں تلاوت ختم ہونا محال ہے لہٰذا قاری و تالی کو وقف کی ضرورت بار بار پیش آئیگی اسلئے قاری کو چاہیئے کہ معنوی وضاحت کی رعایت کے ساتھ وقف کرے جسکے لئے اولاً اہم الاوقاف سے واقف ہو کر اسپر وقف کرے جن سے معنوی صحت کے علاوہ دیگر فضیلتوں کا بھی حصول ہو وہ یہ ہیں وقف لازم وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ وقف غفران ۔ وقف منزل ۔ وقف معانقہ انکے علاوہ دیگر علامات کی قوت وضعف کو بھی معلوم کرے کہ عمل میں سہولت ہو اور قوی کو چھوڑ کر ضعیف پر عمل نہ ہونے پائے علامت قویہ ط ۔ ج ۔ ز ۔ ص بقیہ علامت وقف باعتبار قوت کے ان سے کم ہیں اسی طرح علامت وصل سے بھی واقف ہونا ضروری ہے مثلاً ۔ لا ۔ صلی ۔

(۳) آیت پر جس قسم کی علامت مرسوم ہوگی ویسا ہی اسکا حکم دیا جائیگا مثلاً کسی آیت پر ط ہے کسی پر ز ہے تو ٹھیرنے کے بارے میں وہ آیت زیادہ بہتر ہے جسپر قوی علامت ہے اور اگر کسی ایک جگہ کئی علامتیں مرسوم ہوں تو انمیں سے جو قوی ہے اسپر عمل کرنا چاہیئے اور حسب ضرورت کبھی عمل کرنا چاہتے ہیں[۳]

(۴) علامت وصل صرف دو ہیں ایک صلے اور دوسری لام الف "لا" ہے لہٰذا ان دونوں میں سے کسی ایک پر بھی وقف اختیاری جائز نہیں اسلئے کہ یہ محل وقف ہی نہیں ہیں[۴]

(۵) قراءۃ ترتیل ٹھیر ٹھیر کر پڑھنے کا نام ہے اسلئے ہر آیت و علامت وقف پر وقف کرنا بہتر ہے[۵]

(۶) قراءۃ حدر عجلت کے ساتھ پڑھنے کا نام ہے اسلئے ہر آیت و علامت پر بلا ضرورت وقف نہ کرنا بہتر ہے۔

(۷) قراءۃ تدویر درمیانی حالت کے ساتھ پڑھنے کو کہتے ہیں اسلئے تدویر میں آیت و علامت وقف پر وقف کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا بہتر ہے میانہ روی کی ایک شکل یہ ہے کہ وقف ضعیف کا وصل کرے اور وقف قوی پر ٹھیرے۔

ع[۳] اسپر تفصیلی بحث بیان کے گول دائرہ کے تحت گزر چکی ہے

ع[۴] جس سے معلوم ہوا کہ وقف اضطراری جس طرح ہر جگہ ہوسکتا ہے اسی طرح دونوں پر بھی اضطراراً وقف ہوسکتا ہے مگر بعد وقف اعادہ ضروری ہے ابتداءً جائز نہیں۔

ع[۵] نمبر ۵۔۶۔۷ میں قرآۃ کے باعتبار رفتار تین درجوں کا بیان ہے تینوں کی حیثیتوں کو ملحوظ رکھکر حضرت قاری صاحب نے اسمیں علامات پر وقف کے طریقوں کو بیان فرمایا ہے۔

لا اس علامت کی حقیقت سے متعلق بحث کافی تفصیلی ہے جسکو ہم یہاں اختصاراً پیش کرتے ہیں۔ اسکی حقیقت کے بارے میں دو مختلف رائیں ہیں اور ہر ایک نے اپنی رائے کی اثبات میں دلائل پیش کئے ہیں۔

① ایک رائے تو یہ ہے کہ لا وقف علیہ کا مخفف ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اس جگہ وقف اختیاری نہ کرنا چاہئے اور اگر اضطراراً وقف ہو گیا ہے تو مابعد سے ابتداء صحیح نہیں ہے بلکہ ماقبل سے اعادہ ضروری ہے۔

② اور ایک رائے یہ ہے کہ لا ، لا ابتداء منہ کا مخفف ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اس جگہ وقف تو صحیح ہے مگر اسکے بعد سے ابتداء درست نہیں چنانچہ یہ حضرات فریق اول کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سجاوندی کے اکثر مقلدین جنکو اس اصطلاح کا علم نہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں وقف سے منع کیا گیا ہے اور یہاں وقف قبیح ہے چنانچہ اضطرار کی حالت میں بھی اس جگہ وقف نہیں کرتے اور آگے یا پیچھے کسی کلمہ پر وقف کرتے ہیں حالاں کہ جہاں یہ رمز ہوتا ہے وہاں عموماً وقف حسن کا مقام ہوتا ہے اور آگے یا پیچھے کسی کلمہ پر وقف کرنے سے وقف قبیح ہو جاتا ہے۔

فریق ثانی کی پیش کردہ گفتگو پر غور کرنے سے ① ایک تو مقلدین سجاوندی کا غلو سمجھ میں آتا ہے کہ علامت لا پر وقف کرنے کو اتنا قبیح سمجھتے ہیں کہ بحالت اضطرار بھی اسپر وقف کو روا نہیں رکھتے ۔ ② اور یہ بھی سمجھ میں آیا کہ یہ رمز عموماً محل حسن میں ہونا پھر لا وقف علیہ کا کیا مطلب ۔ ③ نیز یہ بھی سمجھ میں آیا کہ انکا یہ غلو سجاوندی کی اصطلاحی حقیقت سے نابلد ہونے کی وجہ سے ہے ۔ ④۔ وقف اضطراری اس جگہ جائز ہے خلاصہ یہ ہوا کہ اسکی مراد لا وقف علیہ نہیں بلکہ لا ابتداء منہ ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان میں کی اول غلو وہ کسی بھی چیز میں قبیح ہوتا ہے اسکو قائلین لا وقف علیہ بھی قبیح سمجھتے ہیں لہٰذا اس غلو کی وجہ سے لا وقف

صفحہ گذشتہ

علیہ کو غیر صحیح قرار دینا صحیح نہیں ہے اور نمبر ۳ میں تو غیر معتبر ہوتا ہے لہٰذا غیر معتبر کی بنیاد پر غیر صحیح کی عمارت صحیح نہیں اور وقف اضطراری کیلئے تو یہ محل ہے پھر بھی لا وقف علیہ کا کیا مطلب تو احکام کا مکلف اختیاری ہی میں کیا جاتا ہے اور اضطراری میں ممنوع نہیں ہوگا لہٰذا قائلین لا وقف علیہ بھی اضطراری کو اس جگہ منع نہیں کرتے اور کون منع کرسکتا ہے۔ ماقبل کی گفتگو سے معلوم ہوا۔ جیسا کہ لا وقف علیہ کی تقریر سے اسکا پتہ چلتا ہے یہ علامت عموماً محل حسن میں ہوتی ہے پھر اسپر وقف کو قبیح سمجھنا غلط ہے مگر ابھی پڑھا کہ علامات وقف اختیاری وقف کیلئے ہیں یعنی علامات وقف پر وقف اختیاری صحیح اور علامت وصل پر وقف اختیاری غیر صحیح ہے جس سے معلوم ہوا کہ علامات کا مکلف ہونا بوقت اختیاری ہے تو وقف اختیاری کیلئے کلیہ یہ ہے کہ اسی جگہ ہونا چاہیئے جسکو اپنے مابعد سے کم از کم تعلق لفظی نہ ہو لہٰذا جہاں تعلق لفظی ہوگا وہاں وقف اختیاری نہ ہوگا اور محل حسن سے تعلق لفظی ختم نہیں ہوتا لہٰذا یہ وقف اختیاری کا محل نہیں ہے اور محل حسن میں کلام کے مفید ہونے کی وجہ سے اگر وقف اختیاری کی گنجائش بھی ہو پھر بھی وقف اختیاری درست نہ ہوگا اس وجہ سے کہ وقف اختیاری ایسی جگہ ہونا چاہیئے جسکے مابعد سے ابتدا درست ہو اور محل حسن میں گو وقف درست ہو جاتے مگر مابعد سے ابتدا نادرست ہی ہوتی ہے جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ علامت لا محل حسن میں ہو جب بھی اس سے مراد لا وقف علیہ لینا غلط نہیں ہے معلوم ہوا کہ علامت لا کے محل حسن پر ہونے کو بنیاد بنا کر لا وقف علیہ کو غلط قرار دینا صحیح نہیں ہے نیز اگر لا ابتدا منہ پر بھی غور کیا جاتے تو اسکا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اس جگہ وقف بلا ضرورت نہ ہوگا البتہ ضرورت کی وجہ سے اس جگہ وقف کرلیا تو بعد سے ابتدا نہ ہوگی بلکہ اعادہ ضروری ہے اور اعادہ اسی وقت ضروری ہوتا ہے جبکہ غیر محل وقف میں وقف ہوگیا ہو۔ رہ گیا غلو کا کہ لا وقف علیہ

بقیہ صفحہ گذشتہ ۔

کے قائلین اضطراراً بھی یہاں وقف کو قبیح قرار دیتے ہیں تو انکا اس درجہ غلو کرنا خود قائلین لاوقف علیہ کے یہاں بھی صحیح نہیں ہے غلو سے صرف نظر کر کے اگر لا ابتدا منہ پر غور کیا جائے تو وہی مفہوم لاوقف علیہ کا بھی ہے پھر لاوقف علیہ کو غلط قرار دینا کہاں صحیح ہے اور پھر اسکی تردید کے بعد جس مراد کو بیان کیا جاتا ہے تو کیا لاوقف علیہ کے مفہوم میں داخل نہیں ہے؟ اگر اسکے جواب میں یہ کہا جائے کہ اس لاوقف علیہ سے محل حسن میں وقف کرنا ممنوع ہو رہا ہے تو اسکی تصریح ابھی کی جا چکی ہے جس سے معلوم ہوتا ہےکہ لا ابتدا منہ کے مفہوم سے اصول وقف اختیاری کے خلاف لازم آتا ہے لہٰذا لاوقف علیہ ہی صحیح ہے جو کہ لا ابتدا منہ کو بھی شامل ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ لاوقف علیہ جو گول دائرے پر ہو اس سے تو آیت پر وقف ممنوع قرار پاتا ہے جو خلاف سنت ہے تو اسکا جواب گول دائرے کی تصریح کے تحت گزرا کہ آیات پر اگر اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں وقف کیا جائے تو بلا اختلاف آیت پر وقف مستحب ہے آیات پر علامات وقف و وصل کا لحاظ اسوقت ہوگا جبکہ اتباع مقصود نہ ہو ۔ خلاصہ یہ ہےکہ گفتگو نیت اتباع کے علاوہ سے ہے لہٰذا خلاف سنت ہونے کا اعتراض کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ زرکشی اپنی کتاب البرھان صفحہ ۲۵۲-۲۵۱ پر لکھتے ہیں کہ علماء نے آیات کی تعداد میں بھی اختلاف کیا ہے اس اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو آیات کے اختتام سے آگاہ کرنے کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر آیت کے اختتام پر وقف فرمایا کرتے تھے جب صحابہؓ اواخر آیات سے واقف ہو گئے تو آپ ص. آیات کو ملا دیتے تھے جس سے سامع یہ خیال کرتا کہ شاید ہنوز آیت ختم نہیں ۔ بحوالہ علوم القرآن ڈاکٹر صبحی صالح

اس سے معلوم ہوا کہ آیت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح وقف ثابت ہے اسی طرح وصل بھی ثابت ہے معلوم ہوا کہ دونوں ہی سنت ہیں وقف بھی اور وصل بھی لہٰذا آیت پر لا کو خلاف سنت کا باعث قرار دینا صحیح نہیں ہے پھر خصوصاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت مجھ کی نماز میں

صفحہ گذشتہ

9 هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ لا پر وقف فرما کر رکعت اولی کو ختم فرمایا جس سے دلیل پکڑنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ انکا وقف فرمانا وقت فجر کے ختم کے اندیشہ سے تھا جو ایک ضرورت تھی اور ضرورۃً لا پر وقف کرنے کو کوئی منع نہیں کرتا یا بالفاظ دیگر یوں کہا جائے کہ موضوع بحث وقف اختیاری ہے اور دلیل وقف اضطراری سے کی جا رہی ہے یعنی اس علامت کو وقف کیلئے اس قدر قبیح سمجھنا بھی صحیح نہیں ہے جیسا کہ غلو کرنے والے سمجھتے ہیں بلکہ مراد یہ تھی کہ وقف اختیاری کیلئے یہ محل نہیں ہے لہٰذا اس قدر غلو بھی صحیح نہیں کہ اضطراری حالت میں بھی اس پر وقف نہ کیا جائے اور ماقبل کے کلمہ پر یا مابعد ایک کلمہ کو ملا کر وقف کیا جائے خلاصہ کلام یہ تھی کہ اس علامت سے مراد لا وقف علیہ ہے یعنی "لا يجوز عليه الوقف الاختياري" یا "لا محل للوقف الاختياري" اور وقف اضطراری جائز ہے البتہ بعد وقف اعادہ ضروری ہے

آٹھواں سبق
سکتہ کی تعریف اور اسکے احکام

آواز بند کر دینا اور سانس نہ توڑنا اسکو سکتہ کہتے ہیں [ع ۱]

[ع ۱] سکتہ کے لغوی معنی الصمت رک جانا خاموش ہو جانا جیسے سکت الرجل عن الکلام سکتہ دراصل ایک بیماری ہے جسمیں انسان کی سانس کے جاری رہنے کے علاوہ بقیہ اعضاء کی حس و حرکت معطل ہو جاتی ہے جیسے آدمی انتقال کر گیا ہو مگر صرف سانس کا جاری ہونا اسکے زندہ ہونے کا پتہ دیتا ہے چونکہ اصطلاحی سکتہ میں بھی آواز بند ہو جاتی ہے جس سے تلاوت کے بند ہونے کا اندازہ ہوتا ہے مگر سانس کا جاری رہنا تلاوت کے جاری رہنے کی دلیل ہے اس وجہ سے تلاوت کی اس کیفیت کو قراء کرام نے سکتہ کا نام دیا ہے یہ اسکے لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت ہے۔

سکتہ کی تعریف:۔ ہمارے مصنف علیہ الرحمہ نے جو تعریف بیان فرمائی ہے وہ اجمالی ہے "انقطاع الصوت بلا تنفس" اسکے علاوہ دیگر مصنفین نے "بغیر سانس لئے" "قلیل لمحہ کے لئے" آواز بند کرنا" لکھا ہے جسمیں قلیل لمحہ کی قید کا اضافہ ہے ظاہر ہے کہ یہ قید بھی ضروری ہے کہ وقف کے توقف کی تاخیر سے سکتہ کے انقطاع صوت کی تاخیر کم ہی ہوتی ہے ورنہ وقف اور سکتہ کے مابین کچھ کوئی فرق نہیں رہتا مگر چونکہ عموماً جریان نفس کے ساتھ آواز کا بند ہونا قلیل لمحہ کیلئے ہی ہوتا ہے اسلئے اس قید کی خاص ضرورت نہ سمجھتے ہوتے اسکو حذف فرمایا چنانچہ خود مصنف" احکام سکتہ بیان فرماتے ہوتے تحریر فرماتے ہیں" سکتہ میں وقف سے کم تاخیر ہوگی مگر نہ اتنی کہ سامع کو سکتہ کرنے کا علم ہی نہ ہو" مذکورہ عبارت "کم تاخیر ہوگی" سے معلوم ہوا کہ

(۱) سکتہ کرتے وقت متحرک کو ساکن کرنا چاہئے اور دوزبر والی تنوین کو الف سے بدلنا چاہئے۔ عـ۲

بقیہ صفحہ گذشتہ۔

قلیل لمحہ کی قید مصنفؒ کے مدنظر ہے مگر تعریف میں ضرورت محسوس نہ فرماتے ہوتے حذف کردیا نیز کچھ لوگوں نے جدید سانس نہ لینے کی قید کا بھی اضافہ فرمایا ہے مگر ہمارے مصنفؒ کی یہ تعریف اس قید کو بھی شامل ہے کہ جب سانس توڑی ہی نہ جائیگی تو جدید سانس کا سوال ہی کہاں رہا؟

فائدہ:۔ سکتہ کی دو قسمیں ہیں سکتہ لفظی و معنوی یہ تعریف دونوں کو شامل ہے باقی انکی علت کیا ہے تو خود مصنفؒ اسکو ایک فائدے کے تحت بیان فرمائینگے۔

عـ۲ یہاں سے احکام سکتہ بیان ہورہے ہیں آپنے ابھی پڑھا کہ سکتہ کی دو قسمیں ہیں لفظی و معنوی تو یہ حکم سکتہ معنوی کا ہے نہ کہ لفظی کا کیونکہ متحرک کو ساکن اور منصوب منوّن کو الف سے بدلنا مثلاً عوجًا ۝ سکتہ قیمًا یہ وقف ہی کا حکم ہے اور سکتہ معنوی ہی میں ایسا ہوتا ہے لفظی میں انکا اجراء جائز نہیں ہے۔

سوال:۔ اسمیں قارئین کرام کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ روایت حفصؒ میں جو سکتات اربعہ مشہورہ ہیں وہ معنوی ہیں انمیں کوئی محل ایسا نہیں ہے جسمیں متحرک کو ساکن کیا جاتے تو یہ قید زائد از ضرورت معلوم ہوتی ہے

جواب:۔ مگر حقیقت یہ ھیکہ یہ قید زائد عن الضرورت نہیں ہے کیونکہ سکتات معنوی صرف سکتات اربعہ مشہورہ نہیں ہے بلکہ انکے علاوہ ائمہ وقف کے مقرر کردہ اور بھی سکتات ہیں نیز ہر گول دائرے پر سکتہ جائز ہے اور وہ معنوی ہی ہیں لہٰذا انمیں تو متحرک کو ساکن کرنا ہی ہوگا اسلئے کہ سکتہ معنویہ وقف کی طرح ہے مثلاً العلمین ۝ الرحیم ۝ وغیرہ تو جس طرح وقفًا العلمین کے نون کو

(۲) سکتہ میں وقف سے کم تاخیر ہوگی مگر نہ اتنی کے سامع کو سکتہ کا علم ہی نہ ہو ۔ ع۲

حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔

ساکن کیا جاتا ہے اسی طرح سکتہ میں بھی ساکن کیا جائیگا یا ہر وہ سکتہ معنوی جو ائمہ وقف کے مقرر کردہ ہیں اسمیں بھی یہ قید ضروری ہے جیسے یصدر الرعاء سکتہ وابونا جسکا بیان اس سبق کے اخیر میں آئیگا معلوم ہوا کہ یہ قید زائد از ضرورت نہیں ہے. خلاصہ یہ ہے کہ متحرک کو ساکن کرنا مطلق سکتات معنویہ کیلئے ہے ۔

فائدہ :- اس کتاب میں اکثر سکتات معنویہ ہی کے احکام کا بیان ہے خواہ سکتات معنویہ اربعہ واجبہ مشہورہ ہوں یا ائمہ وقف کے مقرر کردہ ہوں خواہ گول دائروں کے سکتے ہوں سب ہی کو یہ احکام شامل ہونگے ۔

ع۲ اس عبارت سے مسئلہ بالکل صاف ہوجاتا ہے کہ سکتہ میں آواز بند کرنے کی تاخیر وقف کی تاخیر سے کم ہی ہوتی چاہیئے اسلئے سکتہ کی ادا اساتذہ کرام سے خوب مشق کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ سکتہ موقوف علی النقل و مقید بالسماع ادائیگی کا نام ہے تاہم تقریب فہم کیلئے سکتہ کی ذراسی دیر کی تاخیر کو ائمہ کرام نے مختلف تعبیرات سے سمجھایا ہے جسکو محقق کبیر نے مفصل بیان فرمایا ہے یہاں چند تعبیرات بطور نمونہ کے لکھتا ہوں وقال الاشنانی سکتۃ قصیرۃ - وقال مکی وقفۃ خفیفۃ - وقال ابن شریح وقیفۃ - ان تعبیرات سے تاخیر سکتہ کی قلت بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ تاخیر وقف سے کم ہی ہوگی چنانچہ علامہ جعبری کی تعبیر سے اسکی مکمل وضاحت ہوتی ہے وقال الجعبری قطع الصوت زمانا قلیلا اقصر من زمن اخراج النفس لانہ ان طال صار وقفا ۔

واضح ہو :- جسکو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ سانس جاری رہنے کے ساتھ بغیر تاخیر کے آواز بند

(۴) سکتہ از قسم وقف ہے اس وجہ سے کیفیت وقف کے حکم میں ہے لہٰذا زیر اور پیش والی تنوین کو سکتہ میں حذف کردینا چاہیے [۴]

حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

توسکون ہے اور اگر وقف کی تاخیر کے برابر آواز بند رہے تو وقفہ ہے (سکتہ طویلہ) اور اگر آواز کے بند ہونے کی تاخیر ان دونوں کے درمیان ہو تو سکتہ ہے

فائدہ [۲]:۔ یہاں یہ جاننا بھی مفید ہوگا کہ سکتہ کی تاخیر میں بھی کمی زیادتی ہوگی مثلاً ترتیلاً سکتہ کی تاخیر تدویراً حدراً سے زیادہ ہوگی اسی طرح حدراً سکتہ کی تاخیر بہ نسبت ترتیل وتدویر کے کم ہوگی اور تدویر میں سکتہ کی تاخیر دونوں کے درمیان رہیگی ۔

[۴] اس سکتہ سے مراد سکتہ معنوی ہے نہ کہ لفظی اب اس حکم کو اس طرح سمجھیں کہ اس کتاب کے پہلے ہی سبق میں یہ پڑھا کہ ٹھیرنا (وقف) چار طرح پر ہے جن میں ایک سکتہ بھی ہے یعنی سکتہ بھی وقف ہی کی ایک قسم ہے چنانچہ اسکے ٹھیرنے کی کیفیت بھی کیفیت وقف کی طرح ہے یعنی جو حکم وقف کا ہے وہ ہی حکم سکتہ معنویہ کا ہے مثلاً وقف میں زیر اور پیش کی تنوین حذف ہو جاتی تھی اسمیں بھی حذف ہو جائیگی جیسے ولھم عذاب عظیم ○ ومن الناس وغیرہ میں بحالت سکتہ وقف کی طرح تنوین حذف ہو جائیگی اسی کو فرمایا "کیفیت وقف کے حکم میں ہے"

فائدہ:۔ اس حکم سے یہ معلوم ہوا کہ اسکے علاوہ بھی جو احکام وقف کے ہیں وہ سکتہ میں بھی ہونگے مثلاً متحرک کو ساکن کرنا نیز وقف کے بعد ہمزۂ وصل کا باقی رہنا وغیرہ جیسے نستعین ○ اھدنا۔

④ جس طرح سکتہ موقوف علی الوصل ہے اسی طرح سکتہ کا حکم بھی موقوف علی الوصل ہے یعنی وقف کرنے سے سکتہ کا وجوب اور جواز ساقط ہوجائیگا۔ ؏

؏ اس حکم کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھیں کہ سکتات معنویہ تین طرح کے ہیں (جسکو ابھی اوپر پڑھا) انکا حکم یہ ہے کہ وہ واجب ہونگے یا جائز منجملہ انکے چار مشہور تو واجب ہیں اور ائمہ وقف کے مقرر کردہ نیز گول دائروں کے سکتات جائز ہیں اب سمجھیں کہ سکتہ موقوف علی الوصل ہے یعنی سکتہ کا وجود وصل پر موقوف ہے یعنی سکتہ کی ادا وصلاً ہی ممکن ہے لہٰذا اگر وقف کر دیا جائے تو سکتہ کی ادا اور اسکا وجود ہی ناممکن ہے مثلاً عوجًا قیمًا میں اگر عوجا پر وقف کر دیا جائے تو سکتہ کا وجود ہی ختم ہو جائیگا۔ اور وہ ادا ہی نہ ہوسکیگا کیونکہ سکتہ کیلئے سانس کا جاری ہونا ضروری ہے اور وقف میں سانس توڑنا ضروری ہے یعنی دونوں کے متضاد ہونے کی وجہ سے اجتماع ناممکن ہے جس سے معلوم ہوا کہ نفس سکتہ موقوف ہے وصل پر اور حکم اسکا موقوف ہے وجود سکتہ پر پس جب بحالت وقف سکتہ ہی نہ رہا تو حکم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مثلاً عوجا پر سکتہ واجب ہے لیکن اگر کسی نے وقف کر دیا تو اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ واجب کو چھوڑ دیا کیونکہ بوجہ وقف سکتہ رہا ہی نہیں تو واجب کہاں سے رہا کہ اسکے ترک کا سوال پیدا ہو خلاصہ یہ ہوا کہ جب وقف کی وجہ سے نفس سکتہ ساقط ہو گیا تو اسکا حکم واجب و جائز ہونا بھی ساقط و ختم ہو جائیگا۔

⑤ سکتہ کی حالت میں بھی روم و اشمام جائز ہے اگرچہ ادائگی بوجہ تکلیف مستعمل نہیں ہے۔ [۱]

[۱] اسکا تعلق سکتات اربعہ واجبہ سے نہیں ہے کیونکہ انمیں سے کسی میں روم و اشمام کرنا ممکن نہیں ہے جسکا حاصل یہ نکلا کہ اسکا تعلق ائمہ وقف کے سکتات اربعہ جائزہ (جنکا بیان آرہا ہے) میں سے یمدد الرعاءُ سے اور آیات کے سکتات معنویہ سے ہے مثلاً الرعاءُ میں ہمزہ میں نیز آیت کے سکتے مثلاً نستعین میں نون جسکا حاصل یہ نکلا کہ اس حکم کا تعلق سکتات معنویہ جائزہ سے ہے اس وضاحت کے بعد اس حکم کا مطلب یہ ہوا کہ حرف مسکوت علیہ پر ضمہ یا کسرہ ہو تو بوقت سکتہ روم و اشمام بھی جائز ہے کیونکہ سکتہ از قسم وقف ہے یعنی مثال مذکور میں حرف مسکوت علیہ ہمزہ یا نون کی حرکت کو ہلکی آواز میں پڑھکر یا اسکو ساکن کر کے ہونٹوں کو گول کر کے بقدر تاخیر سکتہ آواز بلا سانس توڑے بند کر کے آگے پڑھنا بھی جائز ہے مگر ظاہر ہے کہ بحالت سکتہ روم و اشمام ادائگی تکلیف سے خالی نہیں ہے لہٰذا بلا ضرورت اس تکلیف کی ضرورت نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ یہ معمول بہا نہیں ہے۔

(۶) سکتہ کرنا وہیں صحیح ہے جہاں سکتہ ثابت ہو[۱] لہٰذا ہر حرف ساکن پر سکتہ ہو جانے سے احتراز کرنا چاہئے[۲]

---

[۱] سکتات سے بعض وہ ہیں جو روایتًا ثابت ہیں اور بعض وہ ہیں جو روایتًا ثابت نہیں ہیں جو روایتًا ثابت ہیں وہ سکتات اربعہ مشہورہ نیز سکتات لفظیہ جو بعض روایت وطرق سے ثابت ہیں۔ انکے علاوہ جو روایتًا ثابت نہیں ہیں وہ ائمہ وقف کے مقرر کردہ سکتات اربعہ نیز گول ڈائروں پر کے سکتے یعنی مذکورہ چار قسموں پر سکتہ کرنا ثابت ہے انکے ماسوا دیگر مقامات پر سکتہ کرنا جائز ودرست نہیں بلکہ غلط ہے چنانچہ اکثر جہاں ساکن پر سکون کو تام ادا کرنے کے خیال میں سکتہ ہو جاتا ہے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

[۲] سکتہ کے حکم نمبر۲ کے تحت آپ نے سکتہ وسکون میں مشابہت نیز اسمیں جو فرق ہے اسکو پڑھا جس سے یہ بات نہایت آسان ہو جاتی ہے کہ سکون کے انحباس صوت میں اگر ذرا سی تاخیر ہو گئی تو سکتہ ہو جانا یا سکتہ کی بو آجانا بدیہی بات ہے کیونکہ دونوں کے انحباس صوت کی حد متصل ہے لہٰذا سکون کی حد سے ذرا تجاوز ہوا تو سکتہ ہو جائیگا اسی وجہ سے ہمارے مصنف علیہ الرحمہ نے اس پر تنبیہ فرمائی

فائدہ:۔ روایت حفص میں ساکن صحیح کے بعد ہمزہ آتے تو بطریق جزری سکتہ ہے لہٰذا اس ساکن پر سکتہ لفظی ثابت ہونے کی وجہ سے سکتہ کرنا غلط نہ ہوگا چنانچہ جامع الوقف کے قدیم نسخوں میں اس مغالطہ سے بچانے کیلئے یہ عبارت تھی "البتہ حرف صحیح ساکن کے بعد ہمزہ آجاتے تو کوئی حرج نہیں سکتہ بطریق جزری جائز ہے اسی کو سکتہ لفظی کہتے ہیں" بعد میں اس عبارت کو نکال دیا گیا۔

⑦ سکتہ کرتے وقت حرف مدغم کو ظاہر کر کے پڑھنا چاہیئے جیسے سکتہ من راق وغیرہ[۹]

⑧ محل وقف پر سکتہ جائز نہیں البتہ جن علامات وقف پر سکتہ مرسوم ہے وہاں جائز ہے اسی طرح آیت پر بھی سکتہ جائز ہے[۱۰]

نوٹ[۹]

اس سکتہ سے مراد بھی سکتہ معنویہ ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے حکم نمبر۳ کے تحت یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جن احکام کا اجراء وقف میں ہوتا ہے سکتہ میں بھی انکا اجرا ہوگا کیونکہ سکتہ معنوی وقف کے حکم میں ہے اب یہ سمجھئے کہ ادغام کے پہلے حرف کو مدغم کہتے ہیں اور ادغام اکثر دو کلموں میں ہوتا ہے مدغم اوّل کلمہ کا آخری حرف ہوتا اور مدغم فیہ کلمہ ثانیہ کا اوّل حرف ہوتا ہے لہٰذا ادغام کیلئے دونوں کلموں کا وصل ضروری ہے دوسرے لفظوں میں ادغام موقوف علی الوصل ہوتا ہے اسلئے اگر اوّل کلمہ کے اخیر پر وقف کر دیا جائے تو ادغام نہ ہوگا لہٰذا حرف مدغم کو وقف کی وجہ سے ظاہر کرنا ہوگا کیونکہ سکتہ معنوی وقف کی طرح ہے لہٰذا اسمیں بھی بحالت سکتہ حرف مدغم کو ظاہر کرنا ہوگا۔ مثلاً من راق من اور راق ۔ نون مدغم ہے اور راء مدغم فیہ ہے تو جب من کے نون پر سکتہ کرینگے تو اسکو ظاہر کرنا ہوگا اور نون مظہرہ کی طرح پڑھا جائیگا یعنی نون کے مخرج میں زبان مکمل لگیگی اور خیشوم سے غنہ آنی ادا ہوگا اسکے برخلاف اگر اسکو ادغام کے ساتھ پڑھینگے تو بسبب ادغام نون راء سے بدل جانے کی وجہ سے نون کے مخرج میں زبان بالکل نہ لگیگی ۔

[۱۰]

فائدہ :۔ محل وقف سے یہاں درمیان آیت میں مرسومہ علامات وقف مراد ہیں یعنی جن جگہوں میں سکتہ جائز ہے بس وہیں سکتہ ہوگا لہٰذا ہر محل وقف پر سکتہ کرنا جائز نہیں ہے یا تو سکتہ مرسوم ہو یا پھر محل وقف ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں گول دائرہ بھی ہو تو سکتہ ہو سکتا ہے ورنہ صرف علامت وقف پر چاہے قوی ہو مگر سکتہ مرسوم نہ ہو یا آیت نہ ہو تو وہاں سکتہ کرنا صحیح نہیں ہے معلوم ہوا کہ درمیان آیت میں سکتے

⑨ آیت پر روایتاً سکتہ جائز نہیں البتہ اگر بلا لحاظ روایت سکتہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ عـــ۱۱

بقیہ صفحہ گذشتہ۔
کی صحت کیلئے ثبوت سکتہ ضروری ہے یعنی درمیانی آیت میں جہاں سکتہ ثابت ہو صحیح اور جہاں ثابت نہیں صحیح نہیں۔

عـــ۱۱ جو سکتات ائمۂ وقف سے منقول و مروی ہیں انکو تو باعتبار روایت ادا کرنا چاہیئے مثلاً روایت حفص میں جو سکتات واجب ہیں انکو روایت حفص میں ادا کرنا ضروری ہے ورنہ کذب فی الروایت لازم آئیگا اور روایت ناقص رہیگی لیکن جو سکتات روایتاً ثابت نہیں ہیں یعنی ائمۂ قرات نے انکو روایت نہ کیا ہو مگر ائمۂ وقف نے علت کے تحت وہاں سکتہ کو کہا ہو تو ان جگہوں میں اعتقاد و نیت روایت کے ساتھ (یعنی اس نیت و اعتقاد سے کہ یہ بھی ائمۂ قرآت سے مروی و منقول ہیں) سکتہ کرنا کذب فی الروایت ہے یہ جائز نہیں ہے لہٰذا ان جگہوں میں سکتہ کرنا چاہے تو بلا لحاظ و بلا نیت روایت کرسکتا ہے کیونکہ جو چیزیں ائمۂ وقف سے ثابت ہوتی ہیں وہ ائمۂ قرات کے یہاں بھی معتبر ہوتی ہیں۔

فائدہ:۔ اساتذۂ کرام کے سامنے کی جانے والی تلاوت کبھی بغرض مشق ہوتی ہے اور کبھی بغرض تکمیل روایت اگر مقصود مشق ہو تو سکتات معنویہ جائز کر سکتے ہیں البتہ تکمیل روایت کی غرض سے ہو تو جائز نہ ہونگے کیونکہ یہ روایتاً ثابت نہیں ہیں۔

(۱۰) سکتہ کی علامت "س" ہے خواہ آیت ہو یا بلا آیت لیکن درمیان آیت میں سکتہ نہ مرسوم ہو تو نہ کرنا چاہئے ؎۱۲

؎۱۲ لفظ سکتہ کا مخفف ورمز "س" ہے اب بعض مصاحف میں "س" لکھی ہوگی اور بعض میں سکتہ ہوگا چاہے یہ آیت پر ہو جیسے عوجًا ○ سکتہ قیمًا یا درمیان آیت میں جیسے کلا بل سکتہ ران یہ محل سکتہ ہے لہٰذا سکتہ ہوگا لیکن آپ نے ابھی پڑھا کہ تمام گول دائروں پر سکتہ جائز ہیں گو سکتہ مرسوم نہ ہو خلاصہ جب کا یہ ہوا کہ درمیان آیت میں سکتہ کرنے کیلئے لکھا ہوا ہونا ضروری ہے لیکن آیت پر لکھا ہوا ہونا کوئی ضروری نہیں لہٰذا آیت پر تو مطلقاً سکتہ ہوگا مگر درمیان آیت میں مرسوم ہونا ضروری ہے مرسوم نہ ہو تو جائز نہیں ہے۔

سوال ۔ قارئین کرام کو بار بار یہ پڑھ کر کہ "آیت پر سکتہ جائز ہے خواہ مرسوم نہ ہو" یہ سوال پیدا ہوتا ہوگا کہ لکھا ہوا نہ ہونے کے باوجود آیت پر سکتہ کا جواز کیوں ؟

جواب ۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سرکار علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی کیفیت قراءت وتلاوت کو روایت فرماتی ہیں کہ کان اذا قرأ قطع بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ثم یقف الحمد للہ رب العالمین ○ ثم یقف الرحمٰن الرحیم ○ ثم یقف الحدیث اس ثم یقف سے بعض لوگوں نے جہاں وقف اصطلاحی مراد لیکر ہر گول ڈائرے پر وقف کو سنت قرار دیا وہیں بعض علماء نے اس سے سکتہ مراد لیکر یہ ثابت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر گول ڈائرے پر سکتہ فرماتے تھے محقق جزری فرماتے ہیں کہ اس سے سکتہ مراد لینا صحیح ہو تو پھر ہر گول ڈائرے پر سکتہ جائز ہے۔

فائدہ ۔ تراویح میں اکثر ایسا سنا گیا ہے کہ حفاظ کرام آیت کے اخیر میں حرف کو بنیت وقف ساکن تو کرتے ہیں مگر تیز رفتاری کی حرص سے سانس توڑے بغیر آگے پڑھتے ہیں بنا بریں نہ تو اسکو وقف کہا

(۱۱) سکتہ کرتے وقت وقف سے زیادہ تاخیر ہوگئی تو ایسا سکتہ ناجائز ہوگا اسلئے کہ اسکی ادا موقوف علی النقل ہے اسی وجہ سے وقفہ کو سکتہ کہنا جائز نہیں ع۱۳

(۱۲) حروف مد کے بعد سکتہ کیا جائے مثلاً الحمد للہ رب العالمین ○ تو اس وقت مد کرنا بھی جائز ہے ع۱۴

بقیہ صفحہ گذشتہ۔

جائیگا اور نہ ہی وصل کہنا صحیح ہے اور چونکہ نیت سکتہ کی ہوتی نہیں اسلئے یہ سکتہ بھی نہیں لہذا اگر اوپر کی گنجائش کا سہارا لیکر سکتہ کی نیت کرلی جائے تو سکتہ بھی صحیح ہوگا اور تلاوت کی روانی بھی برقرار رہیگی

ع۱۳ حکم نمبر ۲ کے تحت تاخیر سکتہ کے متعلق مفصل بحث گزری جس سے اس حکم کا سمجھنا سہل ہوگیا کہ سکتہ کی متعینہ تاخیر سے مزید تاخیر کی سکتہ میں گنجائش نہیں ہے لہذا مزید تاخیر ناجائز ہے۔

سوال - آگے فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے وقفہ کو الخ جب وقفہ بظاہر سکتہ ہی ہے گو طویلہ ہی سہی پھر تو اسکو سکتہ کہنا کیوں ناجائز ہے؟

جواب - اسکا یہ ہے کہ وقفہ و سکتہ باعتبار کیفیت کے متفق ہیں صرف تاخیر کی کمی زیادتی کا فرق ہے مگر دونوں میں پائے جانے والے باریک فرق کی وجہ سے اصطلاحاً دونوں کو الگ الگ نام سے تعبیر کیا گیا ہے لہذا اصطلاحاً وقفہ کو سکتہ کہنا جائز نہیں ہے خلاصہ یہ ہے کہ گو دونوں پر لغۃً سکتہ کا اطلاق ہوسکتا ہے مگر اصطلاحاً دونوں کو سکتہ کہنا جائز نہیں ہے۔

ع۱۴ اس سے مراد آیت کا سکتہ معنویہ جائزہ ہے اور سکتہ معنویہ وقف کے حکم میں ہے لہذا بوجہ سکتہ وقف کی طرح کلمہ کا آخر ساکن ہوجائیگا اور اسکو سکون عارض کہینگے اب اگر اسکے پہلے حرف مد ہے تو مد عارض ہوگا مثلاً العالمین کا نون بحالت سکتہ ساکن ہوجائیگا جسکا سکون عارض ہے اس سے پہلے حرف مد ہے لہذا اسمیں طول توسط قصر تینوں وجہیں جائز ہیں مصنف نے اسکو مختصر انداز میں فرمایا۔

(۱۴) مد متصل پر سکتہ کیا جائے مثلاً یُصْدِرَ الرِّعَاءُ تو اس وقت سکون عارض طول بھی جائز ہے لیکن قصر جائز نہیں اور مد منفصل میں بحالت سکتہ مد جائز نہیں ہے[۱۵]

بقیہ صفحہ گذشتہ۔

"مد کرنا بھی جائز ہے" جسمیں تینوں وجہیں بیان ہوگئیں اس طور پر کہ مد تام توسط وطول کا مد کرنا یعنی توسط وطول کرنا جائز ہے اور لفظ "بھی" سے مد نہ کرنے کو یعنی قصر کے جواز کو بھی فرمایا ہے۔

ف[۱۵] یہ حکم سکتہ معنویہ کے متعلق ہے اور وہ وقف کے حکم میں ہے لہذا یُصْدِرَ الرِّعَاءُ سکتہ وَأَبُونَا جیسی مثال میں بحالت سکتہ ہمزہ ساکن ہو جائیگا (جسکا سکون عارض ہے) اب حرف مد کے بعد مد کے دو سبب جمع ہوئے ہمزہ اور سکون تو بوجہ ہمزہ اسمیں توسط ہوگا لیکن سکون کی وجہ سے اسمیں طول بھی جائز ہوگا گویا اسمیں توسط وطول دونوں وجہیں جائز ہیں۔

تنبیہ۔ یہ یاد رہے کہ توسط وطول کے بقدر مد کے بعد ہی سکتہ کیلئے آواز بند کرینگے۔

اب رہی یہ بات کہ جب بحالت سکتہ ہمزہ کا سکون عارض ہے تو سکون عارض کی وجہ سے تو اسمیں قصر بھی جائز ہوتا ہے تو کیا یصدر الرعاء میں قصر جائز ہے؟ جواب یہ ہے کہ قصر جائز نہ ہوگا کیونکہ اگر بوجہ سکون عارض قصر کو (سقوط مد) جائز قرار دیا جائے تو عارض کی وجہ سے سبب اصلی ہمزہ کا الغاء وإہمال لازم آئیگا جو صحیح نہیں ہے دیکھئے سبق نمبر ۵ حکم نمبر ۲۱۔

فائدہ۔ مد متصل پر سکتہ کا مسئلہ روایت حفص میں ائمہ وقف سے منقول سکتے اور گول دائروں کے سکتوں سے متعلق ہے مثلاً یفعل مایشاء قال رب وغیرہ ہیں سے معلوم ہوگیا کہ مد منفصل میں بحالت سکتہ مد نہ ہوگا مثلاً فتر ضٰی الم میں جب فتر ضٰی پر سکتہ کرینگے تو سکتہ حکم میں وقف کے ہے لہذا جس طرح فتر ضٰی پر وقفاً سبب کے نہ ہونے کی وجہ سے مد نہیں ہوتا اسی طرح سکتہ میں بھی محل مد کے بعد سبب مد کے نہ ہونے کی وجہ سے مد نہ ہوگا۔

(۱۴) سکتہ کرکے ابتداہی کرنا چاہئے بحالت سکتہ اعادہ جائز نہیں ع[۱۶]
فائدہ ۔ جہاں انفصال معنی کی وجہ سے وصل اور اتصال کلام کی وجہ سے وقف
مناسب نہیں ہوتا وہاں سکتہ ہی کرنے سے معنی کی وضاحت ہوتی ہے ع[۱۷]

حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔
فائدہ ۔ اس سے مراد بھی سکتہ معنویہ جائزہ ہے کیونکہ روایت حفص میں مد منفصل میں سکتہ نہیں ہوتا اور جنکے یہاں ہوتا بھی ہے وہ مد کے ساتھ ہوتا ہے قصر کے ساتھ نہیں اور وہ سکتہ لفظی ہے

فائدہ ۔ مد منفصل کا سکتہ صرف گول دائروں کے سکتوں سے متعلق ہے ۔

ع[۱۶] مطلب یہ ہے کہ سکتہ کرنے کے بعد مابعد سے پڑھنا چاہئے اور بعد سکتہ کے کلمہ مسکوت علیہ کا اعادہ کرنا جائز نہیں ہے مثلاً عوجًا ۝ سکتہ پر سکتہ کرکے قیمًا پڑھنا چاہئے نہ کہ عوجًا علت اسکی یہ ہے کہ سکتہ سے کلمہ مسکوت اور اسکے مابعد والے کلمہ کے درمیان فصل کرنا ہے اب سکتہ کے بعد پھر اسی کلمہ مسکوت علیہ کا اعادہ ہو تو سکتہ بے سود ہوگا ۔

ع[۱۷] اس فائدے میں علت سکتہ کو بیان فرمایا ہے کہ جب کلام میں دو متضاد پہلو ہوں تو ظاہر ہے کہ بیک وقت دونوں کا اجتماع مشکل ہے لہٰذا صرف کسی ایک کی رعایت سے دوسرے کا اہمال لازم آئیگا لیکن سکتہ ایک ایسی کیفیت ادا ہے کہ جو دونوں کی رعایت کرکے کسی کو بھی ایک کے اہمال سے بچالیتا ہے مثلاً عوجًا ۝ قیما میں معنیٰ اتصال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ اوصاف سے متصف کتاب نازل فرمائی لہٰذا یہ معنوی اتصال متقاضی ہے وصل کا (جو وصل کا پہلو ہے) لیکن بحالت وصل چونکہ عوجا قیما دونوں منصوب ہیں لہٰذا یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ قیما عوجا کی صفت ہے لہٰذا وصل نہ ہونا چاہئے بلکہ وقف ہونا چاہئے کہ اندیشۂ مغالطہ ختم ہو جائے یہ پہلو ہے وقف کا اب جب مقام وقف و وصل کا دونوں کا متقاضی ہے تو اب سکتہ کے علاوہ

کوئی ایسی ادا نہیں جسمیں بیک وقت، طرفین کا لحاظ رہ سکے اسی طرح من مرقدنا سکتہ هذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون یہ پورا یوم قیامت کے متعلق ہے اس اعتبار سے انمیں اتصال ہے لہٰذا وصل کا متقاضی مگر پھر مرقدنا هذا کے وصل میں اسکا اندیشہ ہے کہ کوئی هذا کا تعلق مرقدنا سے سمجھے جو ایک صریح مغالطہ اور مراد خداوندی کے خلاف ہے لہٰذا مرقدنا پر وصل کے بجائے وقف کرنا چاہئے کہ اندیشۂ مغالطہ نہ ہے معلوم ہوا کہ یہ مقام وصل کی طرح وقف کا بھی متقاضی ہے خلاصہ یہ ہے کہ دو متضاد تقاضے ہیں لہٰذا دونوں کی رعایت کیلئے سکتہ ہی کو اختیار کیا جائیگا اسی طرح وقیل من سکتہ راق اور کلا بل سکتہ ران میں ظاہر ہے کہ معنوی اعتبار سے اوّل میں من اور ثانی میں بل اپنے مابعد سے متعلق و متصل لہٰذا وصل ہونا چاہئے مگر پھر وصل میں نون کا را میں اور لام کا را میں ادغام کرنا ہوگا جسکی وجہ سے من راق میں من اور راق کا اور بل ران میں بل اور ران کا فعّال کے وزن پر ہونا متوہم ہوتا ہے جو خلاف اصل و حقیقت ہے لہٰذا ان دونوں کا فصل ہونا چاہئے اس طرح دو متضاد تقاضے جمع ہونے کی وجہ سے دونوں کی رعایت کیلئے سکتہ ہی موزوں ہوگا ان تمام سکتات کی وجوہات پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ انمیں معنوی پیچیدگیوں کو حل کرنے کیلئے سکتہ ہوتے ہیں جسکی وجہ سے انکو سکتات معنوی کہا جاتا ہے اسی کو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جہاں انفصال معنوی کی وجہ سے وصل اور اتصال کلام کی وجہ سے وقف مناسب نہ ہو وہاں سکتہ کرنے سے معنوی وضاحت ہوتی ہے ۔

(۱۵) حروف مقطعات پر مثل حٰمٓ ○ عٓسٓقٓ سکتہ کرنا جائز نہیں لہٰذا ان حروف کو ادا کرتے ہوئے خیال رکھنا چاہئے کسی حرف پر سکتہ نہ ہونے پائے البتہ میم پر بوجہ آیت سکتہ جائز ہے [ع۱۸]

[ع۱۸] حروف مقطعات۔ اوائل سور کے ان کلمات کو کہتے ہیں جو غیر مرکب و مقطوع پڑھا تے جاتے ہیں اور دیگر کلمات کے حروف کی طرح انکو مرکب پڑھنا ممنوع ہے مثل الٓمٓ ۔ حٰمٓ ۔ طٰہٰ ۔ قٓ وغیرہ ایسے حروف کل چودہ ہیں جسکو صاحب روح المعانی نے اس مجموعہ میں جمع فرمایا ہے نص حکیم قاطع لہ سر اب چونکہ ان حروف کی ترکیب ممنوع ہے اور ہر ایک علٰحدہ و تقطیع کے طور پر پڑھا جاتا ہے لہٰذا بوقت تقطیع امکان و اندیشہ سکتہ کی وجہ سے ہمارے مصنفؒ نے اس سے اجتناب کرنے کو فرمایا لہٰذا ان حرفوں کو ادا کرنے میں بوقت تقطیع تاخیر نہ ہونے پائے جیساکہ حرف ساکن کے سکون میں تاخیر ممنوع ہے ورنہ سکتہ ہو جائیگا جو غیر محل میں ہونے کی وجہ سے غیر صحیح ہوگا لیکن اگر کسی حرف مقطعات کے اخیر میں گول دائرہ (آیت) ہو تو آیت پر سکتہ معنویہ جائز ہے لہٰذا وہاں بوجہ محل سکتہ جائز ہوگا جیسے الٓمٓ ○ الٓرٰ ○ کٓھٰیٰعٓصٓ میں میم ۔ راء ۔ صاد پر البتہ جن قراء توں میں حروف مقطعات میں کے ہر حرف پر سکتہ منقول ہے انمیں بوجہ روایت و نقل کے سکتہ کرنا ضروری ہے ورنہ خلاف قراءت لازم آئیگا جیساکہ ابو جعفرؒ کی قراءت میں ہے جامع الوقف کے قدیم نسخوں میں اس حکم کی عبارت یہ ہے کہ حروف مقطعات پر مثل حٰمٓ ○ عٓسٓقٓ سکتہ کرنا روایتاً جائز نہیں لہٰذا اسمیں لفظ روایت زائد ہے جسکا مفہوم یہ ہوا کہ جن ائمہ قراءت کے یہاں ان پر سکتے روایۃً ثابت و منقول نہیں مثلاً بروایت حفصؒ ح م ع س ق پر سکتہ یا عتقاد روایت (روایت سمجھکر) جائز نہیں کیونکہ ثابت نہیں جسکا مطلب یہ ہوا کہ بلا لحاظ روایت سکتہ کرنا جائز ہے حالانکہ روایتاً یا بغیر روایت مذکورہ

(۱۶) جن کلمات کے اخیر میں ہائے سکتہ ہے[ع۱۹] ان پر بجز آیت کے سکتہ کرنا جائز نہیں ہے 15
اس قسم کے کلمات میں جو مندرجہ ذیل ہیں (۱) لَمْ يَتَسَنَّهْ سورۃ بقرہ میں ۔
(۲) اِقْتَدِهْ سورۃ انعام میں (۳) كِتَابِيَهْ سورۃ حاقہ میں (۴) حِسَابِيَهْ سورۃ
حاقہ میں (۵) مَالِيَهْ سورۃ حاقہ میں (۶) سُلْطَانِيَهْ سورۃ حاقہ میں (۷) مَاهِيَهْ
سورۃ القارعہ میں[ع۲۰] ۔

بقیہ صفحہ گذشتہ ۔
حروف میں کوئی سکتہ جائز نہیں چنانچہ ان حضرات کو کوئی اشکال نہ ہونا چاہیئے جنکے پیش نظر قدیم نسخہ ہے یوں تو کتاب میں مذکورہ مسائل وقف کا تعلق جمیع قراءات سے ہو سکتا ہے مگر جہاں پر بنائے وقف و سکتہ وغیرہ وجوہات مختلف پیدا ہوں وہاں روایت حفص رح کو سامنے رکھکر قاعدہ بیان کیا گیا ہے جامع الوقف کے قدیم نسخوں میں اس حکم کی عبارت یہ ہے کہ حروف مقطعات پر مثل حٰمٓ عٓسٓقٓ سکتہ کرنا روایتاً جائز نہیں مگر چونکہ مغالطہ اس سے یہ ہو رہا تھا کہ روایت حفص رح میں مذکورہ مقامات پر تو سکتہ کرنا روایتاً تو جائز نہیں مگر بلا اعتقاد روایت اگر سکتہ کیا جاتے تو جائز ہے حالانکہ سکتہ حٰ عٓ اور سٓ پر نہ روایتاً ثابت اور نہ تلاوۃً جائز ہے اس سے احتراز کرتے ہوئے لفظ روایتاً کو عبارت سے خارج کر دیا اگر اس عبارت کو مطلق رکھا جاتے تو لفظ روایت کے اطلاق سے امام ابو جعفر رح کے یہاں سکتہ ثابت مرویہ کا بھی انکار لازم آتا ہے اور یہی مغالطہ مذکورہ عبارت "سکتہ کرنا جائز نہیں" کے اطلاق سے بھی لازم آتا ہے مگر اس عبارت کا تعلق صرف روایت حفص رحمۃ اللہ علیہ سے ہے ۔

ع۱۹ ہائے سکتہ اس ہا کو کہتے ہیں جسکو اہل عرب وقفاً بعض کلمہ موقوف علیہ کے آخری حرف کی حفاظت کیلئے اصل کلمہ پر زیادہ کرتے ہیں تعریف پر غور کرنے سے کچھ چیزیں بطور

بقیہ صفحہ گزشتہ۔

خاص مفہوم ہوتی ہیں ملاحظہ ہو فائدہ نمبر۲

فائدہ (۱)۔ کلمہ موقوف علیہ کے اخیر کی حفاظت کیلئے ہاء کا انتخاب اس وجہ سے ہے کہ ہاء ایک ضعیف حرف ہے جسمیں صفت خفاء (پوشیدگی کی صلاحیت) ہے جسکی وجہ سے اسکو خوب ظاہر کر کے پڑھا جاتا ہے جب اسکا اظہار ہوگا تو ماقبل کا حرف مکمل ظاہر ہوگا ہی جس سے ماقبل کے حرف میں نقص کا اندیشہ نہ رہیگا۔

فائدہ (۲)۔ اس حکم سے یہ معلوم ہوا کہ یہ سماعی ہے قیاسی نہیں لہٰذا مخصوص کلمات سے اسکا تعلق ہے یہ ہاء زائد علی الکلمہ ہوتی ہے پھر اسکا منشاء اخیری حرف کی حفاظت ہے کہ بوجہ وقف اسکی حرکت یا خود حرف میں کوئی نقص نہ آنے پاتے پھر اسکا تعلق حالت وقف سے ہے لہٰذا قیاس یہ ہے کہ وصلا اسکی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے اسکو حذف ہو جانا چاہئے لیکن یہ وقف وصل دونوں حالت میں رہتی ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اسکا اصل تعلق تو وقف ہی سے تھا لیکن وصلاً اسکو اسوجہ سے پڑھا جاتا ہے کہ ائمہ رسم نے اسکو قرآن کریم میں لکھا ہے۔

ع۲۰ اب چونکہ اسکے نام میں سکتہ ہے لہٰذا اسمیں سکتہ اصطلاحی کا توہم ہو سکتا ہے تو مصنفؒ نے اس توہم کو اس حکم کے ذریعہ ختم فرمایا کہ اسمیں سکتہ کرنا جائز نہیں ہاں اگر کسی ہائے سکتہ کے بعد آیت ہو تو بوجہ آیت سکتہ معنوی جائز ہے جیسا کہ دیگر آیت پر جائز تھا مثلاً لَمْ يَتَسَنَّهْ وَاقْتَدِهْ کے علاوہ بقیہ تمام پر بوجہ آیت سکتہ جائز ہے۔

فائدہ :۔ سکتہ کی دو قسمیں ہیں سکتۂ لفظی سکتۂ معنوی [۲۱] سکتۂ لفظی وصل کے حکم میں ہے لیکن بروایت حفص یہ سکتہ جائز نہیں [۲۲]

---

[۲۱] چونکہ سکتہ کی غرض دشواری کو دور کرنا ہے اور دشواری کی دو قسمیں ہیں (۱) لفظی (۲) معنوی لہذا سکتہ کی بھی یہی دو قسمیں رہینگی سکتۂ لفظی سکتۂ معنوی مثلاً اہل لسان کے یہاں ساکن صحیح کے بعد ہمزہ کے آنے سے تلفظ دشوار ہوتا ہے جسکے حل کیلئے حرف ساکن کے تلفظ کے بعد صرف آواز بند کر کے تھوڑا سا توقف کیا جاتے تاکہ ہمزہ کی صفت شدت بآسانی ادا کیا جا سکے معلوم ہوا کہ موجودہ تلفظ کی دشواری سکتہ سے آسان ہوتی گویا اصطلاحاً یہ سکتہ تقویۃ للہمزہ ہوا یہ ہے سکتۂ لفظی جیسے

قَدْ اَفْلَحَ اَلْاِنْسَانُ مَرِيضًا اَوْ وَالْاَرْضِ

فائدہ :۔ مگر یہ سکتہ بطریقۂ جزری منقول ہے بطریق شاطبی نہیں رہا مسئلہ معنوی رعایت میں سکتہ کے ہونے کا تو اسکا بیان ابھی اوپر فائدہ کے تحت گزرا۔

[۲۲] سکتۂ لفظی کی حقیقت بیان کرنے کے بعد اب اسکا حکم بیان فرما رہے ہیں کہ وہ وصل کے حکم میں ہے یعنی کلمۂ سکوت علیہ وصل کی طرح پڑھا جائیگا مثلاً وصلاً تنوین حذف نہیں ہوتی تو اس سکتۂ لفظی میں بھی یہ تنوین باقی رہیگی یعنی نون ساکن کی طرح پڑھا جائیگا جیسے مَرِيضًا اَوْ ورنہ وقف میں یہ مبدل بالالف ہوتی ہے اسی طرح گول "ۃ" جس طرح حالت وصل میں بھی ۃ ہی رہتی ہے اور ہائے نہیں بدلتی اس سکتۂ لفظی میں بھی ۃ ہی رہیگی ورنہ وقفاً وہ مبدل بالہاء ہوتی ہے سکتۂ لفظی کے وصل کے حکم میں ہونے کا یہی مطلب ہے "لیکن بروایت حفص یہ سکتہ جائز نہیں" اس عبارت سے بظاہر یہ توہم ہوتا ہے کہ روایت حفص کے دونوں طریق (طریق جزری و شاطبی میں یہ سکتۂ لفظی جائز نہیں لیکن درحقیقت ایسا نہیں بلکہ اس سے مراد صرف روایت حفص بطریق شاطبی (جو کہ مشہور ہے) ہے

(۱۷) آیت پر نیز جو سکتے مرسوم ہیں وہ سکتے معنوی ہیں لہذا معلوم ہونا چاہئے کہ سکتہ معنوی وقف کے حکم میں ہے بع۲۳

(۱۸) حفصؒ کی روایت میں ذیل کے چار کلمات پر سکتہ واجب ہے (۱) سورۂ کہف میں لفظ عوجاً پر (۲) سورۂ یٰسٓ میں مِنْ مَّرْقَدِنَا پر (۳) سورۂ قیامہ میں قِيْلَ مَنْ پر (۴) سورۂ مطففین میں كَلَّا بَلْ پر بع۲۴

بقیہ صفحہ گذشتہ:-

ورنہ روایت حفصؒ بطریق جزری میں ساکن قبل الہمزہ پر سکتہ کو ائمہ قراءت نے بیان فرمایا ہے تفصیل کیلئے حاشیہ میں حوالات کتب مذکور ہیں البتہ مصنفؒ کا مطلق بیان کرنا ممکن ہے اسلئے ہو کہ اس طریق کو آپ ہی نے فوائد مکیہ کے حاشیہ میں ضعیف اور غیر معمول بہا قرار دیا ہے یا تو اس طریق کے غیر مشہور اور طریق شاطبی (جسمیں یہ سکتہ نہیں ہے) کے مشہور اور رائج ہونے کی وجہ سے اسکی رعایت میں مطلقاً بیان فرمایا ہو۔

ع۲۳ حکم نمبر ۳ کے تحت اسکی تشریح گزر چکی۔

ع۲۴ مذکورہ سکتات اربعہ امام حفصؒ کی روایت میں بطریق شاطبی روایتاً منقول ہیں لہذا بطریق شاطبی روایت حفصؒ کی تلاوت کے وقت انکا ادا کرنا واجب و ضروری ہے مگر یہ وجوب وصلاً ہے لہذا اگر کلمہ مسکوت علیہ پر وقف کر دیا ہے تو پھر سکتہ نہ رہنے کی وجہ سے اسکا وجوب بھی نہ رہیگا جیسا کہ حکم نمبر ۳ کے تحت اسکی تشریح گزر چکی البتہ اس جگہ یہ جاننا ضروری ہے کہ بحالت وصل انکا جو وجوب ہے وہ بھی بطریق شاطبی تلاوت کے وقت ورنہ بلا التزام طریق اگر روایت حفصؒ کو اسکے ہر دو طریق شاطبی اور جزری کے مطابق یا روایت حفصؒ کو صرف بطریق جزری پڑھا جائے تو چونکہ محقق کبیر علامہ جزریؒ سے سکتہ اور عدم سکتہ دونوں ہی منقول ہیں لہذا انکا ترک بھی جائز ہے۔

(۱۹) علامت وقف میں صرف مِنۡ مَرۡقَدِنَا پر سکتہ واجب ہے اسپر اگرچہ وقف لازم بھی ہے لیکن اگر وقف نہ کیا گیا تو سکتہ کرنا واجب ہوگا۔ ؎۲۵

؎۲۵ "علامت وقف میں صرف من مرقدنا پر سکتہ واجب ہے" اس عبارت کو پڑھ کر اولاً یہ سوال پیدا ہوگا کہ اسکے علاوہ عوجًا ○ قیمًا میں بھی تو علامت وقف سکتہ ہے پھر صرف من مرقدنا کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ جواب اسکا یہ ہے کہ عوجًا قیمًا پر علامات وقف سے گول دائرہ ہے لیکن بیان علامات وقف میں گول دائرہ کے تحت گزرا کہ یہ نہ تو علامت وقف ہے اور نہ ہی علامت وصل لہٰذا اب علامت وقف پر سکتہ کو من مرقدنا کے ساتھ خاص قرار دینا صحیح ہے

فائدہ :۔ اس حکم میں ایک ایسی پیچیدگی ہے جو عموماً لوگوں کو پیش آتی ہے وہ یہ کہ من مرقدنا سکتہ م هٰذا میں میم علامت وقف لازم ہے جسکی وجہ سے وقف کرنا ضروری ہے دوسرا سکتہ واجب ہے جسکے موقوف علی الوصل ہونے کی وجہ سے وصل کرنا ضروری ہے لہٰذا بظاہر انمیں سے ہر ایک کی اداء دوسری (ضروری) کے ترک کو مستلزم ہے جو باعث اضطراب ہے اسکو مصنف رہ نے بڑے مختصر انداز میں حل فرمایا ہے "اگرچہ وقف لازم بھی ہے لیکن اگر وقف نہ کیا گیا تو سکتہ کرنا واجب ہوگا" جسکا حاصل یہ ہے کہ وقف لازم پر وقف کرنا ضروری ہے مگر نہ ایسا کہ اسکا ترک جائز نہ ہو۔ جیسا کہ امام جزریؒ فرماتے ہیں وَلَيْسَ فِي الْقُرْآنِ مِنْ وَقْفٍ وَجَبَ لہٰذا بوجہ سکتہ وقف نہ کرکے وصل کرنا بھی صحیح ہے اور سکتے کا تحقق اور بعد تحقق کے اسکا وجوب اس وقت ہے جبکہ وصل کیا جائے لہٰذا اگر بجائے وصل کے وقف کیا جائے تو سکتہ ہی نہ ہوگا اور جب سکتہ نہیں تو واجب کیسے ہوگا۔

فوائد مکیہ ہمزہ کا بیان صفحہ ۲۱ اتحاف فی فضلاء البشر باب الساکن قبل الہمزۃ صفحہ ۶۱ —

استاذ محترم کی تصنیف الفوائد المسکیۃ للقراءات العشرۃ صفحہ ۲ المہذب فی القراءات العشر صفحہ ۱۳

(۲۰) ائمۂ وقف سے درمیان آیت میں صرف چار جگہ سکتہ جائز ہے[ع ۲۶] (۱) سورۂ اعراف میں ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا پر (۲) سورۂ اعراف میں اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا پر (۳) سورۂ یوسف میں اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا پر (۴) سورۂ قصص میں يُصْدِرَ الرِّعَآءُ پر[ع ۲۷]

بقیہ صفحہ گزشتہ ـ

جس سے معلوم ہوا کہ اگر علامت مُیم پر عمل کرتے ہوئے وقف کیا تو بھی کوئی حرج نہیں اور سکتہ واجبہ کے ترک کو مستلزم نہیں ہے جسکے نتیجہ میں دونوں میں سے کسی بھی ایک پر عمل کرنا کسی پریشانی کا باعث نہیں اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ اس مقام پر وقف اور سکتہ دونوں ہی صحیح ہیں مگر سکتہ اولیٰ ہونا چاہئے اسلئے کہ سکتہ کرنے سے من وجہ وقف ہونے کی بناء پر مقصد وقف بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی رح. امداد الفتاوٰی جلد اوّل میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اسمیں کوئی تعارض نہیں کیونکہ وقف لازم کا حاصل یہ ہے کہ وہاں فصل ہونا چاہئے بوجہ اسکے کہ وصل سے ایہام فساد معنی ہوتا ہے اور یہ غرض سکتہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے پس وقف باعتبار قطع نفس کے ضروری نہ ہوگا اس طور پر تعارض نہ رہا۔

[ع ۲۶] سکتہ کی غرض کے تحت یہ پڑھا تھا جہاں کلام میں اتصال و انفصال دونوں جمع ہوں یعنی من وجہ وہ اپنے مابعد سے متصل ہوں اور من وجہ منفصل تو ایسے موقع پر سکتہ ہی کرنے سے دونوں کی رعایت ہو سکتی ہے سکتات اربعہ واجبہ کی معنوی علت یہی ہے ائمۂ وقف نے ان مقامات اربعہ کے علاوہ اور چار جگہوں میں بھی اس علت کی وجہ سے سکتے وضع فرمائے ہیں چونکہ انکی بنیاد سکتہ کی علت صحیحہ پر ہے اسی لئے ائمۂ قرأت کے نزدیک ان مقامات اربعہ میں سکتہ کرنا معتبر ہے لہٰذا ان پر سکتہ کرنا جائز ہے

[ع ۲۷] ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا یہ تو انسانی فعل ہے اسکے بعد وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے ان دونوں کا باعتبار تعلق کے علیحدہ ہونا علت وقف ہے لیکن اس اعتبار سے کہ یہ دونوں قائلو کا مقولہ ہے جو علت وصل ہے نتیجہ دو متضاد علتیں و تقاضے جمع ہو گئے جسکا حل سکتہ ہی ہے لہٰذا ائمۂ وقف نے ان پر سکتہ وضع فرمایا۔ اسی طرح بقیہ مثالوں کو اسپر قیاس کر لیا جائے ۔

تنبیہات سکتہ

(۱) جن مواقع پر ائمۂ وقف کے نزدیک سکتے جائز ہیں انکو روایۃً نہ کرنا چاہئے ورنہ کذب فی الروایت لازم آئیگا البتہ بلا لحاظ روایت سکتہ کرنا جائز ہے۔ ع۱

(۲) آیات پر سکتہ چونکہ بغرض الاعلان جائز ہے اسلئے یہ نہ ہونا چاہئے کہ کسی آیت پر سکتہ کیا جائے اور کہیں نہ کیا جائے۔ ع۲

ع۱ ائمۂ وقف سے جو جائز سکتے ثابت ہیں وہ امام حفص رحمۃ اللہ علیہ سے دیگر اختلافات کی طرح مروی نہیں ہیں لہٰذا روایت سمجھکر اسپر سکتہ کرنا بالکل جائز نہیں ہے کیونکہ روایۃً سکتہ کرنا کذب فی الروایۃ ہے کہ جو چیز روایۃً ثابت نہیں تھی اسکو روایت قرار دیا اور یہ حرام ہے لیکن چونکہ متأخرین علماء وقف نے معنوی وضاحت کیلئے انکو وضع کیا ہے اور اسی وجہ سے علماء نے انکو معتبر قرار دیا ہے لہٰذا بلا اعتقاد روایت کرنا جائز ہے اور لفظ جائز سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ انکا ترک بھی صحیح ہے اور یہی انکے غیر ہونے کی دلیل ہے ورنہ ترک روایت جائز نہیں ہوتا۔

ع۲ جیسا کہ علامت وقف کے بیان میں آپنے پڑھا کہ گول دائروں پہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وقف کرکے ٹھیرنا منقول ہے وہ آیت یا جزو سورت کی تکمیل بتلانے کیلئے تھا اور جس روایت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے آیت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقف فرمانا ثابت ہے اسی وقف کو بعض لوگ سکتہ قرار دیتے ہیں لہٰذا چاہے وقف ہو یا سکتہ مقصد میں دونوں متحد ہیں کہ آیت بتلانے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گول دائروں پر سکتہ فرماتے تھے اس سے یہ معلوم ہوا کہ آیت کے اختتام کے بتلانے کیلئے وقف یا سکتہ دو ذریعہ ہیں لہٰذا جب اختتام آیت بتلانے کیلئے سکتہ کو اتباع سنت کی غرض سے اختیار کیا جائے تو اسکا خیال رکھنا چاہئے کہ تمام ہی آیات پر

(۳) سکتہ نہ بلا ثبوت جائز ہے اور نہ بلا ضرورت سکتہ کرنا بہتر ہے۔ ع۳

(۴) سکتہ کرتے وقت ہمزہ یا ہا کی آواز نہ ظاہر ہونے پاوے ورنہ ایک حرف کی زیادتی لازم آئیگی۔ ع۴

(۵) جو مشہور ہے کہ سورۂ فاتحہ میں سات جگہ سکتے ہیں یہ بالکل غلط اور بے اصل ہے۔ ع۵

سکتے ہوں ورنہ جن آیات پر سکتہ کی بجائے وصل ہوگا تو اس سے اختتام آیت کا پتہ نہ چلیگا جو صحیح نہیں ہے

ع۳ اس حکم میں یہ بتایا کہ سکتہ کرنا اسی جگہ صحیح ہے جہاں سکتے ثابت ہوں خواہ ثبوت سکتہ لفظاً ہو جیسے سکتات لفظیہ یا معنیً ہو جیسے سکتات اربعہ واجبہ ائمۂ وقف کے سکتات اربعہ جائزہ اور سکتات آیات انکے ثابت ہونے کی وجہ سے انپر سکتہ صحیح ہے پھر فرمایا کہ "نہ بلا ضرورت سکتہ کرنا بہتر ہے" اولاً اسکا تعلق سکتات واجبہ اربعہ کے علاوہ سے ہے لہٰذا اب انکے علاوہ جو سکتات معنویہ جائز ہیں اگر معنوی وضاحت یا اعلان مقصود نہ ہو تو سکتہ کرنا چاہیئے۔

ع۴ یہ ایک غلطی ہے جسکا تعلق سماع سے ہے جس سے اجتناب ضروری ہے ورنہ لحن جلی لازم آئیگی۔

ع۵ لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ سورۂ فاتحہ میں سات مواقع ایسے ہیں کہ اگر انکو وصلاً پڑھا جائے تو کلمہ اولیٰ کا آخری حرف اور ثانیہ کا اول حرف ملکر شیاطین کے نام بنتے ہیں اور نعوذ باللہ سورۂ فاتحہ انکے نام بیان کرنے کے لئے تو ہے نہیں لہٰذا اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان پر وصل تو کیا جائے مگر کلمۂ اولیٰ کے آخری حرف کو سکتہ کے ذریعہ کلمۂ ثانی کے اول حرف سے جدا کر دیا جائے وہ یہ ہیں کہ (۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے دُلِلْ (۲) لِلّٰہِ رَبِّ سے ھِرَبْ ۔ (۳) مَالِكِ يَوْمِ سے كِيَوْ (۴) اِيَّاكَ نَعْبُدُ سے كَنَعْ (۵) اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے كَنَسْ (۶) اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے تَعَلْ (۷) الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے بِعَلْ اسی کو مصنفؒ نے بالکل غلط اور بے اصل قرار دیا ہے جیسا کہ ملا علی قاریؒ شرح جزری میں فرماتے ہیں کہ یہ صاف غلطی ہے قراء کرام سے کہیں ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ بے اصل ہے

نواں سبق

سکوت کی تعریف اور اسکے احکام

وقف کرنے کے بعد قرآن کے متعلق کسی ضرورت سے ابتدا کرنے میں جو تاخیر ہو اسکو سکوت کہتے ہیں ع۱

(۱) سکوت میں بھی وقف کی طرح ابتدا اور ارادۂ قرات ضروری ہے سکوت کے بعد ابتدا نہ کی گئی یا بحالت سکوت کسی دوسری طرف ذہن منتشر ہو گیا یا ارادہ منقطع ہو گیا تو سکوت نہ ہوگا ع۲

بقیہ حاشیہ ع۸ کا -

اور صریح غلطی ہے "سورۂ فاتحہ میں آیات کے علاوہ کہیں سکتہ ثابت نہیں"

فائدہ :- ان سکتوں کو تفہیم کی غرض سے ادا کر کے بتلانا زیادہ مفید ہوگا -

ع۱ سکوت کے لغوی معنی المنع چنانچہ محاورۂ عرب میں کہا جاتا ہے "سکت الرجل عن الکلام" آدمی کلام سے رک گیا" یہ بھی ایک قسم کا وقف ہی ہے چنانچہ حضرت مصنفؒ نے کتاب کی ابتداء میں فرمایا تھا "ٹھیرنا اور رکنا اصطلاح قراء میں چار طرح پر ہے" البتہ ٹھیرنے کی کیفیات کے مختلف ہونے کی وجہ سے انکے نام بھی مختلف ہیں -

تعلیق :- متن کی تعریف پر غور کرنے سے کچھ اہم باتوں کا انکشاف ہوتا ہے

(۱) وقف کرنے کے بعد تاخیر وقف سے زیادہ تاخیر کا نام سکوت ہے (۲) مزید تاخیر صرف ضرورت قرآنی کیلئے ہونی چاہیئے (۳) "ابتدا کرنے میں الخ" اس سے یہ معلوم ہوا کہ بوقت وقف ابتدا کا قصد ضروری ہے (۴) ابتداء کرنا ضروری ہے (۵) "قرآن کے متعلق" الخ سے معلوم ہوا کہ توقف مکمل ضرورت قرآنی سے متعلق ہونا چاہیے

ع۲ سکوت کی تعریف کے بعد اب اس سے متفرع ہونے والے احکام کو بیان فرما رہے ہیں -

(۲) سکوت جمیع احکام میں شل وقف کے ہے حتیٰ کے باوجود تاخیر مزید یا ابتداء کرتے وقت استعاذہ کرنے کی حاجت نہیں ہے ۳

بقیہ صفحہ گذشتہ

جسکو یوں سمجھئے کہ سکوت کی دو قسمیں ہیں (۱) سکوت حقیقی (۲) سکوت اتفاقی۔

مذکورہ حکم سکوت حقیقی سے متعلق ہے کہ اسمیں قبل از سکوت نیت وارادہ سکوت نیز بعد از سکوت آگے تلاوت ہونی چاہیئے گویا صحت سکوت حقیقی کیلئے یہ دو رکن ہیں لہٰذا انہیں سے ایک کا بھی فقدان سکوت کو ساقط کردیگا اور بجائے سکوت کے قطع ہوجائیگا۔

متن میں سکوت کے ساقط ہونے کی مجموعی طور پر تین شکلیں بیان فرمائی۔

(۱) بوقت سکوت آگے پڑھنے کا ارادہ تھا مگر بعد از سکوت تکمیل کا ارادہ نہ ہوا اور ابتداء نہ کی جس سے معلوم ہوا کہ صحت سکوت کیلئے صرف ارادہ کافی نہیں بلکہ تکمیل بھی ضروری ہے۔

(۲) دوران سکوت ذہن مصروفیت قرآنی سے ہٹ کر کسی اور چیز کی طرف منتقل یا متوجہ ہوگیا" سے معلوم ہوا کہ سکوت کی مکمل تاخیر ضرورت قرآنی میں مصروف ہونی چاہئے۔

(۳) بوقت سکوت آگے تلاوت وقراءت کا ارادہ تھا مگر پھر ارادہ منسوخ ہوگیا اور آگے نہ پڑھا یعنی قطع قراءت کے ارادہ کے ساتھ عمل کا بھی اجتماع ہوگیا تو سکوت نہ ہوگا بلکہ قطع ہوجائیگا۔

۳ سکتہ کے بیان میں اس قسم کی عبارت گزری ہے کہ جن احکام کا اجراء وقف میں ضروری ہوتا ہے مثلاً وقف میں حرف موقوف کو ساکن کرنا۔ زبر کی تنوین کو الف سے بدلنا۔ گول ۃ کو ہاء ساکنہ سے بدلنا۔ سانس وآواز کا منقطع ہونا وغیرہ ان سب ہی احکام کا اجراء سکوت میں بھی ضروری ہے جس کا مفہوم یہ ہوا کہ احکام میں دونوں مشترک ہیں۔

حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حکماً اشتراک یہاں تک ہے کہ جس طرح وقف کے بعد ابتداء

(۳) سکوت سے توقف اور تاخیر کی اگرچہ کوئی حد نہیں جبکہ ذھن نہ منتشر ہو تاہم طویل سکوت مناسب نہیں اسلئے کہ وقف اور سکوت سے قرات افضل ہے۔ عــ

(۴) سکوت میں اگرچہ پڑھنے کا ارادہ ہوتا ہے تاہم کلام اجنبی سے سکوت جاتا رہیگا۔ عــ

بقیہ صفحہ گذشتہ۔

کرتے وقت استعاذہ کی حاجت نہیں ہوتی سکوت کے بعد بھی استعاذہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

فائدہ:۔ مصنف علیہ الرحمہ کی اس تعبیر سے جہاں اشتراک حکمی کا پتہ چلتا ہے وہیں سے سکوت کا حکم معلوم ہو گیا کہ لبعد از سکوت باوجود تاخیر مزید استعاذہ نہ ہوگا۔

عــ مطلب اس حکم کا یہ ہے کہ ضرورت قرآنی میں منہمک ذھن کے ساتھ سکوت کے توقف کو طویل کیا جا سکتا ہے اسکی اجازت ہے اور طویل سکوت کے باوجود بوقت ابتداء جدید استعاذہ کی ضرورت نہیں ہوتی مگر پھر بھی سکوت اور خاموشی سے تلاوت و قرات ہی افضل ہے کہ وہ ثواب کا باعث ہوتی ہے اس پر طالب علمانہ اشکال ہو سکتا ہے کہ یہ توقف بھی تلاوت سے متعلق ہونے کی وجہ سے کالتلاوۃ وکالقرات ہوتا ہے؟

جواب:۔ اسکا یہ ہے کہ یہ توقف بوجہ تلاوۃ باعث ثواب ہے اگر اس توقف کا تعلق تلاوت سے نہ ہوتا تو باعث ثواب نہ ہوتا معلوم ہوا کہ تلاوت کے ساتھ تعلق ہی کی وجہ سے اسکو کالتلاوۃ قرار دیا ہے ورنہ اصل باعث ثواب تو تلاوت ہے اور جو اصل ہوتا ہے اسکو غیر اصل او رتابع پر فضیلت ہوتی ہے لہٰذا تلاوت سکوت پر افضل رہیگی گو ثواب سکوت پر بھی ملیگا۔

عــ ظاہر ہے کہ اس سے مراد سکوت حقیقی ہے کہ قبل از سکوت آگے تلاوت جاری رکھنے کا ارادہ تھا مگر دوران سکوت ضرورت قرآنی کے سوا اور بات کرلی تو سکوت جاتا رہیگا بلکہ قطع ہو جائیگا لہٰذا اب بوقت ابتداء جدید استعاذہ ضروری ہے خواہ کلام اجنبی مختصر ہو اور فوراً ابتدا کی جائے۔

⑤ وقت گزرنے یا جگہ بدلنے سے سکوت کا حکم ساقط نہ ہوگا بشرطیکہ ذھن دوسری طرف منتقل نہ ہو مثلاً پڑھتے پڑھتے دیر تک کھانسی آتی رہی یا بھولنے پر قرآن مجید دیکھنے کیلئے دوسری جگہ جانے کی ضرورت پڑی تو کوئی حرج نہیں یہ بھی سکوت کے حکم میں ہے

⑥ قاری وقف کرنے کے بعد تجوید و قراءت کے کسی مسئلہ کی طرف متوجہ ہو جائے یا کسی آیت[ع۱] کی تفسیر بیان کرنے لگے بشرطیکہ وعظ کہنا مقصود نہ ہو تو ان صورتوں میں بھی سکوت ہی ہوگا[ع۲]

⑦ مشق کرتے کراتے وقت سننے سنانے کی وجہ سے درمیان قراءت میں جو تاخیر ہوگی وہ بھی سکوت ہی ہوگا[ع۳]

⑧ سکوت کی حالت میں کسی لڑکے پر پڑھنے کیلئے تنبیہ کی گئی ہے تو صحیح ہے ورنہ تنبیہ کے وقت اگر کوئی کلام فحش نکل گیا تو سکوت کا حکم ساقط ہو جائیگا ۔

ع۱ تاخیر مدید یا تبدیلی مجلس کے سبب تبدیلی حکم (قطع) کا توہم ہو سکتا تھا مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ نمبر۵ سے اسکا ازالہ فرمایا کہ جب تک شرائط سکوت باقی ہیں وہاں تک تاخیر مدید اور تبدیلی مکان سے حکم پر کوئی اثر نہ ہوگا یعنی سکوت ہی رہیگا ۔

ع۲ ان سب احکام میں تقریباً اسی بات کو بیان فرمایا ہے کہ سکوت کی صحت کیلئے سکوت کا دائرہ سکوت (جسکا بیان شروع میں ہوا) میں محدود و محصور ہونا ضروری ہے ورنہ پھر قطع ہو جائیگا اور بوقت ابتداء جدید استعاذہ ضروری ہوگا ۔

ع۳ یعنی مشق کے درمیان کسی غلطی کے متعلق سوچنے لگا یا استاذ کے شاگرد کو سننے کے دوران کسی غلطی پہ روک کر کوئی قاعدہ یا اسکی وجہ دریافت کرنے کی وجہ سے ابتداء کرنے میں جو تاخیر ہوگی وہ سب سکوت ہی ہے لہٰذا بوقت ابتداء جدید استعاذہ کی ضرورت نہ ہوگی ۔

(۸) سکوت کی حالت میں کسی لڑکے پر پڑھنے کیلئے تنبیہ کی گئی ہے تو صحیح ہے ورنہ تنبیہ سے وقت اگر کوئی کلام فحش نکل گیا تو سکوت کا حکم ساقط ہو جائیگا ع۹

(۹) منافی قرات سے سکوت کا حکم جاتا رہتا ہے لہٰذا ابتدا کرتے وقت پھر استعاذہ کرنا چاہیئے ع۱۰

(۱۰) وقف اضطراری کی حالت میں تاخیر مزید ہوئی تو اس صورت میں بھی سکوت ہی ہوگا بشرطیکہ ایسی ضرورت میں نہ مشغول ہو جس سے منافی قرات لازم آتے ع۱۱

ع۹ مطلب یہ ہے کہ تنبیہ چونکہ قرآن کریم ہی کیلئے ہوئی ہے لہٰذا وہ سکوت میں داخل ہے اور اسکی اجازت ہے مگر پھر اسمیں حد سکوت (متعلقات قرآن) سے تجاوز کیا تو سکوت ساقط ہو کر قطع ہو جائیگا اور جدید استعاذہ لازم ہو جائیگا اور فحش کلام چونکہ ایک شیطانی عمل ہے جس سے ابتداء ہی میں پناہ مانگی تھی لہٰذا اب اسکے اعادہ سے استعاذہ کا اعادہ ضروری ہوگا نیز جب ایسا کلام جو اگرچہ فحش نہ تھا مگر قرآن سے متعلق نہ ہونے کی وجہ سے جدید استعاذہ کو لازم کرتا تھا تو فحش کلامی سے تو بدرجۂ اولیٰ جدید استعاذہ واجب ہوگا. لہٰذا اسکا خیال ضروری ہے۔

ع۱۰ منافی قرآت وہ چیز جو قرآت سے روک لے مثلاً کلام اجنبی کرنا (یعنی وہ بات کرنا جس کا تعلق قرآن کریم سے نہ ہو) یا نیند لگ جانا یا ذھن کا دوران سکوت کسی اور طرف منتقل ہو جانا یا کسی اور مشغلہ میں پڑجانا یا بلا وجہ سکوت کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب منافی قرات ہیں اب تو اگر انمیں سے کوئی چیز پیش آئی تو سکوت ختم ہو کر بوقت ابتداء جدید استعاذہ کو لازم کریگا۔

ع۱۱ یعنی سکوت کی کوئی حد نہیں ہے البتہ شرط کا وجود ضروری ہے۔

(۱۱) کسی آیت کی تکرار یا کسی سورت کو بار بار پڑھنے کی وجہ سے دوسری آیت یا دوسری سورت کے شروع کرنے میں جو تاخیر ہوگی وہ سکوت نہیں ہے بلکہ وہ عین قراءت ہے [ع ۱۲]

(۱۲) بلا وجہ سکوت اختیار کرنے سے سکوت صحیح نہ ہوگا لہٰذا ایسے غلط سکوت سے احتراز کرنا چاہیئے تاکہ قراءت فوت نہ ہونے پائے [ع ۱۳]

(۱۳) سکوت بھی اگرچہ از قسم وقف ہے لیکن سکوت ہمیشہ آیت ہی پر کرنا چاہیئے [ع ۱۴]

[ع ۱۲] کسی مقصد کے تحت کسی بھی آیت کا یا کسی بھی سورت کا تکرار سکوت نہیں ہے اسلئے سکوت قرآنی عرف میں وقف سے زیادہ دیر کیلئے خاموش ہونے کو کہتے ہیں جب یہاں قرأت وتلاوت بند ہوتی ہی نہیں پھر سکوت کا کیا سوال بلکہ وہ قرأت ہی ہے ۔

[ع ۱۳] تلاوت میں وہی خموشی معتبر اور داخل قراءت (باعث ثواب) ہے جو قراءت یا تلاوت ہی کی غرض سے ہو لہٰذا بلا وجہ کی خموشی قطع ہے جو آداب تلاوت کے خلاف ہے اور جدید استعاذہ کی موجب ہے

[ع ۱۴] اس سے مراد سکوت حقیقی ہے اسمیں محل سکوت کے بیان کے ساتھ ساتھ اس مغالطہ کا ازالہ فرمایا کہ سکوت بھی وقف ہی ہے (البتہ یہ وقف طویل ہے) اور چونکہ وقف تو ہر کلمۂ غیر موصول کے اخیر میں کیا جا سکتا ہے چاہے آیت پر ہو یا درمیانی آیت جس کا ظاہری توہم ہوتا ہے کہ سکوت بھی آیت و درمیان آیت دونوں میں ہونا چاہیئے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ جب نفس وقف کیلئے ایسا محل ہونا چاہیئے کہ جہاں تعلق کسی درجہ میں ختم ہو تو سکوت جو کہ وقف طویل ہے اسکے لئے اس سے بھی اچھا محل ہونا چاہیئے اور ایسا محل کم از کم آیت ہے نیز ہر آیت سورت کیلئے بمنزلۂ جزء سورت ہے لہٰذا سکوت کیلئے کم از کم ایک جزء کا تو اختتام ہو اسلئے سکوت درمیان آیت میں اس جگہ صحیح نہیں جہاں کوئی علامت وقف بھی نہ ہو البتہ اس حکم کا تعلق سکوت حقیقی کے ساتھ ہے ورنہ بھول جانے یا اچانک کھانسی آنے سے جو بلا

(۱۴) سکوت علامات وقف پر بہتر نہیں اور درمیان آیت میں جائز نہیں ع۱۵

(۱۵) موضع سکتہ پر سکوت جائز نہیں اسلئے کہ یہ محل وقف ہی نہیں ہے ع۱۶

تنبیہ :- تلاوت کرتے وقت کوئی دوسرا شغل نہ ہونا چاہیئے خلاف ادب ہے لہٰذا سکوت کی حالت میں چاء اور پان وغیرہ کا استعمال مناسب نہیں اور اگر قرأت میں خلل واقع ہو تو جائز نہیں ع۱۷

اختیار سکوت ہوتا ہے گا وہاں درمیان آیت میں بھی بوجہ اضطرار سکوت صحیح ہے اسی لئے متن میں سکوت کرنا اسکا لفظ ہے ورنہ بجائے سکوت کرنے کے ہونا چاہیئے تھا۔

ع۱۵ یعنی وہ علامات وقف جنکو ائمہ وقف نے وضع فرمایا ہے اور درمیان آیت میں ہیں اب یا تو وہ قوی ہونگی یا ضعیف اگر ضعیف ہیں تو وہ محل سکوت نہیں اسلئے کہ اسکو اپنے مابعد سے تعلق قوی ہوتا ہے اور سکوت کیلئے تعلق نہ ہونا چاہیئے لیکن اگر یہ قوی ہیں تو مابعد سے انقطاع کی وجہ سے محل سکوت تو بن سکیگا مگر پھر بھی نا مکمل ہونے کی وجہ سے سکوت بہتر نہیں ہے ہاں اگر یہ علامات وقف آیت پر ہوں تب بدرجۂ اولیٰ ان پر سکوت ہوگا۔

ع۱۶ اول اس سے مراد وہ مواضع ہیں جو آیت یا علامات وقف کے ماسوا ہوں مثلاً کلا بل سکتہ ران اور قیل من سکتہ راق کیونکہ عوجا سکتہ قیما میں سکتہ کے علاوہ آیت بھی ہے اور آیت محل سکوت و محل وقف ہے نیز من مرقدنا سکتہ ھذا میں علامت وقف ہے لہٰذا یہ بھی محل سکوت بن سکتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا لہٰذا جب مقدم الذکر دو محل وقف ہی نہیں تو محل سکوت بننے کا کیا سوال اور موخر الذکر دو چونکہ وقف کیلئے قوی محل ہیں لہٰذا وہ محل سکوت بھی ہونگے۔ فائدہ :- اس عبارت پر غور کرنے سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ سکوت کیلئے محل وقف سے زیادہ قوی محل ہونا چاہیئے

ع۱۷ چونکہ تلاوت کا منشاء تعلق مع اللہ تعالیٰ اور توجہ الی اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا اس دوران اسکے علاوہ کسی بھی دوسرے شغل کی اجازت نہ ہونا چاہیئے البتہ اگر کوئی ایسا شغل ہو جو تلاوت سے خارج مگر معین للتلاوۃ ہو تو من حیث مسئلہ اسکی اجازت ہے مثلاً چاء، پان وغیرہ مگر آداب تلاوت کے خلاف ہے۔

دسواں سبق

قطع کی تعریف اور اسکے احکام

وقف کرنے کے بعد پھر نہ پڑھنے کو قطع کہتے ہیں ؏[1]

(۱) وقف کرنے کے بعد اگرچہ پڑھنے کا ارادہ نہ ہو لیکن پڑھنا بند نہیں کیا تو اسکو قطع نہ کہینگے ؏[2]

(۲) وقف کرنے کے بعد نہ پڑھا گیا اگرچہ پڑھنے کا ارادہ تھا لیکن یہ قطع ہو جائیگا ؏[3]

(۳) قطع قرأت کو قطع ارادہ لازم ہے ؏[4] لیکن اگر کوئی مانع پیدا ہو گیا تو اس سے بھی قطع ہو جائیگا مثلاً کسی کے سلام کا جواب ہی دیا گیا ؏[5]

؏[1] قطع کے لغوی معنی جدا کرنا و الگ کرنا اور اصطلاحی تعریف کتاب میں ہے اب ان دونوں کے مابین مناسبت ظاہر ہے۔ تعریف کے الفاظ "پھر نہ پڑھنے کو" پر غور کرنے سے سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت قاری صاحبؒ نے اسکو عام رکھا ہے خواہ نہ پڑھنا بالارادہ ہو یا بلا ارادہ دونوں قطع ہے جسکے نتیجہ میں تعریف قطع کی ہر دو قسم (قطع حقیقی واتفاقی) کو شامل ہے جیسا کہ مابعد سے معلوم ہو جائیگا۔

؏[2] یہاں سے احکام بیان ہو رہے ہیں۔ چونکہ قطع کہتے ہیں نہ پڑھنے کو لہٰذا اگرچہ یہاں ارادہ تو تھا قطع کا مگر اسکی تکمیل نہ ہوتی لہٰذا باوجود ارادہ قطع کے قطع نہ ہوگا۔ اور صرف ارادہ کی وجہ سے جدید استعاذہ کی ضرورت نہیں۔

؏[3] یہ حکم نمبر ۱ کے برعکس ہے

فائدہ:۔ حکم نمبر ۱ ، ۲ تعریف کے الفاظ "پھر نہ پڑھنے" پر تفریع ہے۔

؏[4] جیسا کہ آپ آئندہ پڑھینگے کہ قطع حقیقی میں قبل از وقف قطع قرأت کا ارادہ ہوتا ہے لہٰذا اس سے مراد قطع حقیقی ہے۔

فائدہ: قطع کی دو صورتیں ہیں قطع حقیقی قطع اتفاقی ۔

(۱) قرات کا ختم کرنا مقصود ہو تو اسکو قطع حقیقی کہینگے ع۶

(۲) قرات کرتے وقت کوئی امر مانع ہو تو اسکو قطع اتفاقی کہینگے ع۷

(۳) سکوت میں اگرچہ پڑھنے کا ارادہ منقطع نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی وجہ منافی قرأت پیدا ہو گئی تو قطع ہو جائیگا ع۸

بقیہ صفحہ گذشتہ ۔

ع۵ یہ شکل قطع اتفاقی کی ہے اصل تو قطع کیلئے بوقت وقف ارادہ منقطع ہونا چاہئے لیکن اگر پہلے سے قطع کا کوئی ارادہ نہ تھا مگر دوران تلاوت اتفاق سے کوئی ایسا امر پیش آگیا جو تلاوت کے منافی ہو مثلاً بلا ضرورت کے خاموش بیٹھا رہا یا سو گیا یا مثلاً کسی سے کوئی بات کرلی جسکا تعلق قرآن سے نہ ہو تو باوجود اسکے کہ آگے تلاوت کا ارادہ تھا اور قطع کا ارادہ نہ تھا مگر پھر بھی قطع ہو جائیگا لہٰذا اب بوقت تلاوت جدید استعاذہ کرنا ہوگا

فائدہ:۔ کتاب میں بطور مثال کے سلام کے جواب کو فرمایا چونکہ سلام کا جواب بظاہر دینی گفتگو ہے نیز قرآن شریف میں اسکا حکم فرمایا گیا ہے لہٰذا اسکے متعلق یہ خیال ہو سکتا ہے کہ سلام کا جواب چونکہ تقاضہ قرآن ہے لہٰذا اس سے جدید استعاذہ لازم نہ ہونا چاہیئے مصنفؒ نے اس مثال سے مذکورہ مغالطہ کو ختم فرمایا کہ وہ بھی تلاوت کیلئے کلام اجنبی ہے لہٰذا اسکے بعد بھی جدید استعاذہ لازم ہے ۔

ع۶ یعنی قبل از وقف قرأت ختم کرنے کا ارادہ ہو اور ختم کردیا تو اسکو قطع حقیقی کہتے ہیں لہٰذا اول ارادہ و عمل دونوں کے مجموعی کا نام قطع حقیقی ہے ۔

ع۷ یعنی قبل از وقف قرأت بند کرنے کا کوئی ارادہ نہ ہو مگر کسی مانع کی وجہ سے (جس کا ذکر ابھی حاشیہ ۵ میں ہوا) قرأت ہو گئی تو تو اسکو قطع اتفاقی کہتے ہیں

دلیل حصر۔ قرأت کا بند ہونا یا بقصد ہوگا یا بلا قصد اگر بالقصد ہے تو حقیقی اور بلا قصد ہے تو اتفاقی ۔

(۳) سکوت میں اگرچہ پڑھنے کا ارادہ منقطع نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی وجہ منافی قرأت پیدا ہوگئی تو قطع ہو جائیگا عـ۸

(۴) اثناء قرأت میں کسی وجہ سے قطع لازم آئے تو ابتداء کرتے وقت استعاذہ کرنا چاہئے عـ۹

(۵) بلا وجہ سکوت کیا لیکن فوراً ہی پڑھنے لگے تو باوجود ارادۂ قرأت قطع ہو جائیگا عـ۱۰ اسلئے کہ قطع کے لئے عدم ابتداء ضروری نہیں اور توقف اور تاخیر شرط ہے عـ۱۱

عـ۸ مثلاً دوران سکوت ذہن منتشر ہوگیا یا دوسری طرف منتقل ہوگیا تو اب سکوت نہ رہیگا کیونکہ مذکورہ سکوت انتشار ذہن کے سبب سے بلا وجہ خاموشی کے حکم میں شمار کیا جائیگا جو کہ منافی قرأت ہے لہٰذا قطع ہو جائیگا اور یہ قطع اتفاقی ہوگا اور باوجود سکوت کے بوقت ابتداء استعاذہ ضروری ہے۔

عـ۹ مطلب یہ ہے کہ قطع خواہ حقیقی ہو خواہ اتفاقی اسکے بعد ابتداء کرتے وقت استعاذہ کا اعادہ ضروری ہے اسلئے کہ ہر قطع کے بعد کی قرأت ابتداءِ تلاوت ہے اور ابتداء تلاوت میں استعاذہ ضروری ہے

فائدہ:۔ دوران سکوت پیش آنے والے قطع کو نمبر ۳ اور نمبر ۵ میں دوران تلاوت پیش آنے والے قطع کو بیان فرمایا ہے۔

عـ۱۰ وقف کرنے کے بعد بلا وجہ سکوت کیا یعنی تاخیر وقفہ سے زیادہ دیر خاموش رہا پھر فوراً پڑھنے لگا تو باوجود اسکے کہ بوقت وقف آگے پڑھنے کا ارادہ بھی تھا اور پھر تھوڑی دیر میں اسپر عمل بھی کیا یعنی آگے پڑھا پھر بھی قطع ہو جائیگا حالانکہ بظاہر شروط سکوت (نیت قرأت وابتداء) موجود ہیں لیکن چونکہ سکوت کی اہم شرط ضرورت قرآنی کے تحت خموشی کا ہونا موجود نہیں لہٰذا قطع ہو جائیگا۔

عـ۱۱ چنانچہ خود ہی مصنف اسکی وجہ بیان فرما رہے ہیں اولاً عبارت کا حل ملاحظہ ہو متن کی عبارت "قطع کیلئے عدم ابتداء ضروری نہیں ہے" یعنی ابتداء نہ ہو تب ہی قطع ہوگا یہ ضروری نہیں ہے بلکہ

(٦) سکوت کی حالت پڑھنے کا خیال جاتا رہا اس سے بھی قطع ہو جائیگا عــــ۱۲

(٧) قرآن مجید ختم کرنے کو قطع لازم نہیں تاوقتیکہ پڑھنے کا ارادہ بھی نہ منقطع ہو لہٰذا یہ قطع نہ ہوگا عــــ۱۳

(٨) قطع بھی چونکہ از قسم وقف ہے لہٰذا قطع بھی جمیع احکام میں مثل وقف کے ہے عــــ۱۴

بقیہ صفحہ گذشتہ —

باوجود ابتداء کے بھی قطع ہو سکتا ہے نیز وقف سے زیادہ تاخیر بلا وجہ ہو تب ہی قطع ہونا بھی نہیں ہے بلکہ بلا تاخیر کے بھی قطع ہوتا ہے

اب مصنف کی بیان کردہ وجہ کا حاصل یہ ہوا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ وقف کرنے کے بعد آگے نہ پڑھا جائے تب ہی قطع ہوگا یا بلا وجہ خموشی وقف سے زیادہ دیر تک ہوگی تب ہی قطع ہوگا اور اس سے کم تاخیر خواہ بلا وجہ ہی ہو تب بھی قطع نہ ہوگا بلکہ منافی قرأت کے پیش آنے سے خواہ وہ منافی قرأت وقف کی تاخیر سے کم ہی ہو مثلاً سلام کا جواب دیا یا پوچھنے پر وقت بتلایا تو اسمیں وقف سے کم تاخیر ہوتی ہے نیز فوراً آگے پڑھنا بھی ہے پھر بھی قطع ہو جائیگا کیونکہ منافی قرأت پیش آیا پس صورت مذکورہ میں چونکہ بلا وجہ سکوت کیا ہے اور بلا وجہ سکوت قرأت کے منافی ہے لہٰذا اب سکوت نہ رہیگا بلکہ قطع ہو جائیگا۔

عــــ۱۲ حاشیہ نمبر ۷ ملاحظہ فرمایئے

عــــ۱۳ قطع کہتے ہیں قرأت کے بند کرنے کو لہٰذا اگر کسی نے قرآن کریم کو ختم کیا پھر شروع کر دیا اور قرأت بند نہیں کی تو یہ قرأت ہی ہے قطع نہیں ہے لہٰذا اب ختم قرآن کو قطع سمجھ کر پھر شروع کرتے وقت استعاذہ کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ استعاذہ پڑھنا غیر محل میں ہونے کی وجہ سے غلط ہوگا لہٰذا اسکی ضرورت نہیں ہے۔

عــــ۱۴ اسکی وضاحت سکتہ و سکوت کے بیان میں گزر چکی

(۹) جس طرح وقف کیلئے کسی موقف اور محل کا وجود ضروری ہے اسی طرح "قطع کیلئے" بھی کسی مقطع کا ہونا ضروری ہے[۱۵] لہذا معلوم ہونا چاہیئے کہ مقطع کی علامت ع ہے جسکو عوام الناس اسپر رکعت کرنے کی وجہ سے اسکو رکوع کہنے لگے حالانکہ خود رکعت وغیرہ کی ضرورت نے بھی کسی نہ کسی مقطع کی حاجت ہوتی ہے چنانچہ عموماً علامت مقطع ع پر رکعت کی جاتی ہے اس وجہ سے اسکو رکوع کہنا بھی صحیح ہے[۱۶]۔

---

[۱۵] یہ حکم قطع حقیقی سے متعلق ہے جب تلاوت بند کرنا ہی مقصود ہو تو ظاہر ہے کہ ایسی جگہ چاہیئے کہ جسکو اپنے مابعد سے تعلق نہ ہو ورنہ کلام ناقص رہیگا جو کسی بھی زبان کے اصول کے خلاف ہے اور اگر سامع موجود ہو تو اسکی قباحت اور بڑھ جائیگی کہ کلام ناقص کے سمجھنے میں پریشانی ہوتی ہے یا کبھی مراد خداوندی کے خلاف بھی ہو جاتا ہے مثلاً فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر" پر قطع کیا لہذا مقطع یعنی محل قطع ایسا ہونا چاہیئے جہاں کلام ختم ہو یعنی مقطع ہو مگر مقطع سے واقفیت کیلئے کم از کم معانی سے واقفیت ضروری ہے اور یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی لہذا متاخرین محسنین نے انکی آسانی کیلئے معانی پر غور فرما کر مقاطع کی تعیین فرمادی اور اسکے لئے ع کو بطور علامت مقرر فرمایا لہذا قطع ایسی جگہوں میں ہونا چاہیئے

[۱۶] اب علامت 'ع' کی حقیقت سے آگاہ فرمارہے ہیں کہ دراصل علامت 'ع' مقطع کا مخفف ہے (جیسا کہ آپنے علامات وقف کے باب میں پڑھا کہ اختصار کے پیش نظر مکمل لفظ کے ایک دو حرف بطور رمز و علامت کے مقرر کیا جاتا ہے)

اب چونکہ نماز میں قرأت ختم کر کے (قطع) کر کے رکوع میں جانا ہوتا ہے اور قرأت قطع کرنے کیلئے کسی مقطع کا ہونا ضروری ہے اور 'ع' یہ مقطع کی علامت ہے لہٰذا اسپر قرأت قطع

(۱۰) قطع ختم قرأت کو کہتے ہیں لہٰذا ختم قرأت کسی جزو کامل پر ہونا چاہئے خواہ منزل ہو یا ختم سورت ختم پارہ ہو یا نصف، ربع ہو یا رکوع ان پر قطع بہتر ہے جب کہ ختم تلاوت مقصود ہو ع۱۵

(۱۱) قطع کیلئے اصل محل دو ہیں جنکی پابندی بآسانی ممکن ہے اول رکوع دوسرے آیت لہٰذا قطع کرتے وقت مقطع کی پابندی ضروری ہے ع۱۶

بقیہ صفحہ گذشتہ۔

کرکے رکوع میں جاتے ہیں پھر اسپر مسلسل عمل ہوتا رہا تو لوگ ع کو بجائے مقطع کہنے کے رکوع ہی سمجھنے لگے حالانکہ رکوع جو کہ نماز کا ایک رکن ہے وہ خود اس علامت کا محتاج ہوتا ہے لہٰذا اس ع سے مراد مقطع ہے نہ کہ رکوع لیکن چونکہ لوگوں کا اسپر عموماً رکوع کرنے کا عمل ہے اسلئے مجازاً اسی ع کو رکوع سمجھتے ہیں جسکی گنجائش بھی ہے۔

خلاصہ:۔ اس پوری عبارت سے ایک تو ع کی حقیقت معلوم ہوئی کہ وہ مقطع کا رمز ہے پھر یہ معلوم ہوا کہ یہ محل قطع ہے

ع۱۷ حاشیہ نمبر سے یہ معلوم ہو گیا کہ قطع ایسی جگہ ہونا چاہئے جہاں بات پوری ہو لیکن جیسا کہ آپنے پڑھا بات کے پورا ہوتے نہ ہوتے کو ہر شخص نہیں جان سکتا لہٰذا انکے لئے حضرت مصنفؒ ان مواقع کو بیان فرما رہے ہیں متن کے مذکورہ مواقع محل قطع ہیں لہٰذا تالی قرآن کو کم از کم ان کی پابندی کرنا چاہئے

فائدہ:۔ یہاں یہ سمجھنا چاہئے کہ مذکورہ مواقع قطع حقیقی کے ہیں کیونکہ قطع حقیقی ہی کا قطع اختیاری ہوتا ہے جن میں انکی پابندی ہو سکتی ہے لہٰذا تالی قرآن کو چاہئے کہ اگر دوران تلاوت کوئی آگیا تو بشرط امکان مذکورہ مواقع میں سے کسی ایک پر پہنچ کر ہی اس سے ہم کلام ہو تا کہ قطع اپنے محل میں ہو کر صحیح ہو۔

ع۱۸ اوپر کے مقاطع پر غور کرنے سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ محل قطع جس قدر ہوں مگر وہ دو قسم پر ہیں

(۱۲) جن آیتوں پر علامت وصل ہو ان پر قطع نہ کیا جائے تو بہتر ہے [عــ۱۹]

(۱۳) درمیان آیت اور علامت وقف پر قطع ہر گز جائز نہیں ۔

بقیہ صفحہ گذشتہ ۔
یا تو محل قطع صرف آیت ہے یا وہ رکوع ہے جو آیت پر ہے گویا اوپر کے سب محل قطع انہی دو قسموں میں منقسم ہیں

فائدہ ۱۰ - بیان کے اس انداز سے اول تو حقیقت کا انکشاف ہوا نیز حکم نمبر میں قطع کا جن محل کا بیان ہوا انمیں اضافہ ہو گیا کہ ہر گول دائرہ محل قطع ہے تاہم معانی سے واقفیت پر اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی گول دائرہ کلام ناقص پر ہے اور اسپر قطع کرنے سے معنی مراد خداوندی کے خلاف ہو جاتا ہے مثلاً فویل للمصلین تو اسپر قطع نہ ہونا چاہیئے جیسا کہ آئندہ حکم میں اسکی صراحت ہے

فائدہ ۲ ، مصنفؒ نے بڑے مختصر انداز میں سارے مواقع قطع کو دو قسموں میں منحصر فرما کر محل قطع سے واقفیت نیز اسپر عمل کرنے کو فرما دیا ۔

[عــ۱۹]
قاری عموماً احکام کا مکلف بحالت اختیار ہی ہوتا ہے لہذا اس حکم کا تعلق قطع حقیقی سے ہے کہ علامت وصل والی آیتوں پر قطع نہ کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ جب وقف محل قوی کا مقتضی ہوتا ہے تو قطع حقیقی کیلئے محل مزید قوی ہونا چاہیئے یا کم از کم محل وقف کی سی قوت تو ضروری ہے لہذا جب علامت وصل محل وقف نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ محل قطع بھی نہیں ہو سکتی مثلاً فویل للمصلین ۝ لا اسلئے اول تو اسپر علامت وصل کی وجہ سے قطع کرنا ہی صحیح نہیں مگر چونکہ اس جگہ آیت ہے اور آیت سورت کے ایک جزو کی تکمیل ہے لہذا تکمیل جزو کے اعتبار سے یہ محل قطع بھی ہے لہذا اس جگہ آیت کی رعایت میں قطع بھی جائز ہوا جسکے نتیجہ میں علامت وصل والی آیت کے دو متضاد پہلو ظاہر ہوئے جسمیں تطبیق کی صورت یہ ہوئی قطع کر لیا تو آیت کی وجہ سے صحیح ہے مگر علامت وصل کی وجہ سے نہ کرنا بہتر ہے ۔

فائدہ اسکو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حکم نمبر ۱۲ تو محل قطع کے باب میں اصل کلی ہے اور حکم نمبر ۱۳ اس سے مستثنیٰ ہے ۔

(۱۴) درمیان آیت اور علامت وقف پر قطع ہرگز جائز نہیں [۲۰]

(۱۵) قطع کرتے وقت صدق اللّٰہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علیٰ ذالک من الشاھدین والحمد للہ رب العلمین وغیرہ کے الفاظ کہنا بہتر ہے تاکہ سامع کو قرأت کا انتظار نہ ہو [۲۱]

تنبیہ: اثناء قرأت میں ہر ایسی بات سے بچنا چاہئے جس سے قطع لازم آئے۔

---

[۲۰] جیسا کہ حکم نمبر ۱۲ اور حاشیہ میں یہ گزر گیا کہ محل قطع رکوع یا آیت ہے جس سے یہ واضح ہو گیا تھا کہ درمیانی آیت میں قطع صحیح نہیں لہٰذا درمیانی آیت میں خواہ علامت وقف ہو یا نہ ہو محل قطع نہ ہونے کی وجہ سے قطع صحیح نہیں چنانچہ صاحب نہایہ محل قطع کے متعلق نہایہ صفحہ ۱۹۷ پر تحریر فرماتے ہیں ولا یکون الا علی راس آیۃ لان رؤس الآی فی نفسہا مقاطع وذکر ابن الجزری فی النشر بسند متصل الی عبد اللہ بن ابی الھذیل انہ قال اذا افتتح احدکم آیۃ یقرءھا فلا یقطعہا حتی یتمہا۔

[۲۱] قطع چونکہ قرأت کو کہتے ہیں اس مناسبت سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کا اختتام بھی بیان قطع پر فرمایا اور صدق اللہ الخ کے کلمات دال علی القطع ہیں خاص طور سے ان کلمات کو بھی حکم کے تحت ذکر فرما کر قرأت کا اختتام بھی ان ہی کلمات پر فرمایا جس پر قرأت کا اختتام ہوتا ہے نیز ان کلمات کے اخیر میں الحمد للہ رب العلمین ہے اس سے بڑے لطیف انداز میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بدایت کی طرح نہایت بھی حمد پر فرما کر اور بنص حدیث جسکی بدایت ہو حمد سے اور نہایت بھی حمد پر تو وہ اقرب الی الاجابۃ ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حمد کو تو قبول فرماتے ہی ہیں حب اول و آخر

کی حمد مقبول تو رحمت خداوندی سے بعید ہے کہ درمیان کو قبول نہ فرمائیں ۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا محمد ؐ وعلیٰ آلہ واصحابہ ومن تبعہم باحسان الیٰ یوم الدین وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا ۔ آمین

لجنۃ القراء کی اہم مطبوعات

نمبر شمار	اسماء کتب
۱	المیسرۃ فی اصول القراءات العشر واجرائها بطریق الطیبہ
۲	فتح الرحمٰن فی شرح خلاصۃ البیان
۳	توضیح الوقف حاشیہ جامع الوقف
۴	حاشیہ الفوائد المکیہ (جزء اول)
۵	رہبر تجوید
۶	قرآن کریم اور خوش الحانی
۷	القول التحصیل فی مد التاذین و التکبیر
۸	فن تجوید و قرأت مکالمات کے آئینہ میں (اضافہ شدہ)
۹	توضیح المرام و کاشف الابہام
۱۰	خطبہ استقبالیہ (گجرات میں تجوید و قرأت کی خدمات)
۱۱	مقالہ بعنوان: تجوید و قرأت کے اسباب زوال اور نشاۃ ثانیہ

LAJNAT UL QURRA

Darul Uloom Falah -E- Darain

Tadkeshwar Ta. Mandwi Dist. Surat

Mob. 9879825967 9879464947